تعمیرِ حیات

لکھنؤ

پندرہ روزہ

محاسبۂ نفس

اے نفس ذرا انصاف کر! اگر ایک یہودی تجھ سے کہہ دیتا ہے کہ فلاں لذیذ ترین کھانا تیرے لئے مضر ہے تو تو صبر کرتا ہے اور اسے چھوڑ دیتا ہے اور اس کی خاطر تکلیف اٹھاتا ہے۔ کیا انبیاءؑ کا قول جن کو معجزات کی تائید حاصل ہوتی ہے اور فرمانِ الٰہی اور صحفِ سماوی کا مضمون تیرے لئے اس سے بھی کم اثر رکھتا ہے، جتنا کہ اس یہودی کا ایک قیاس و اندازہ، عقل کی کمی اور علم کی کمی اور کوتاہی کے ساتھ تعجب ہے، اگر ایک بچہ کہتا ہے کہ تیرے کپڑوں میں بچھو ہے تو بغیر دلیل طلب کئے اور سوچے سمجھے اپنے کپڑے اتار پھینکتا ہے۔ کیا انبیاءؑ، علماء، اولیاء، اور حکماء کی متفقہ بات تیرے نزدیک اس بچہ کی بات سے بھی کم وقعت رکھتی ہے؟ یا جہنم کی آگ، اس کی بیڑیاں، اس کے گرز، اس کا عذاب، اس کا زقوم اور اس کے آنکڑے، اس کے سانپ۔ بچھو اور زہریلی چیزیں تیرے لئے ایک بچھو سے بھی کم تکلیف دہ ہیں، جس کی تکلیف زیادہ سے زیادہ ایک دن یا اس سے کم رہتی ہے، یہ عقلمندوں کا شیوہ نہیں۔ اگر کہیں بہائم کو تیری حالت کا علم ہو جائے تو وہ تجھ پر ہنسیں اور تیری دانائی کا مذاق اڑائیں۔ پس اگر اے نفس! تجھ کو یہ سب چیزیں معلوم ہیں اور ان پر تیرا ایمان ہے تو کیا بات ہے کہ تو عمل میں تساہل اور ٹال مٹول سے کام لیتا ہے۔ حالانکہ موت کمین گاہ میں منتظر ہے کہ وہ بغیر مہلت کے تجھے اُچک لے جائے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ

(احیاء العلوم بحوالہ تاریخ دعوت و عزیمت ص ۱۷۸)

۱۰ اپریل ۱۹۹۹ء | سالانہ 130/- روپئے | فی شمارہ 6/- روپئے

Regd No. LW/NP56
Fax No.: (0522)330020

FORTNIGHTLY

Principal off : 372336
Guest House : 323864

TAMEER-E-HAYAT

NADWATUL-ULAMA, LUCKNOW-226 007 (India)

Rs 6

آپ کی خدمت میں جدید و دلکش
سونے چاندی کے زیورات کیلئے
ہمارا نیا شوروم
گہنہ پیلس
حاجی عبدالرؤف خاں، حاجی محمد فہیم خاں محمد معروف خاں
ایک مینارہ مسجد کے سامنے اکبری گیٹ چوک لکھنؤ
فون نمبر ۲۶۰۴۳۳

لکھنؤ کے قدیم مشہور و معروف صندل سے تیار کردہ خوشبودار عطریات، عمدہ و اعلیٰ قسم کے روغنیات و عرق کیوڑہ، عرق گلاب و دیگر عطریات کی
ایک قابل اعتماد دوکان۔ ایک مرتبہ تشریف لاکر خدمت کا موقع دیں
IZHAR AHMAD & SONS
Perfumers
CHOWK, LUCKNOW-3
SHOP. 255257
RES. 268898
خط و کتابت کا پتہ
اظہار احمد اینڈ سنس پرفیومرس، چوک لکھنؤ

چشمہ ساگر
جاپانی کمپیوٹر کے ذریعہ آنکھوں کی جانچ ہوتی ہے۔
AUTO REFRCCTO METER AR-860
فوٹوکرامک، کوٹیڈ لینس، ہائی انڈیکس ریزی لینس، فینسی باورو دھوپ کے چشموں کا خاص مقام۔
ایک بار خدمت کا موقع دیں
آپٹیشین۔ اے۔ رحمٰن (علیگ)
شنکر جی کی مورتی کے نزدیک، معتبر گنج۔ اعظم گڑھ

کیپ کے اوپر AFZALS اور MAU CITY دیکھ کر خریدیئے
MAU CITY AFZALS
مئو کا بنا
نورانی تیل
درد، زخم، چوٹ کٹنے، جلنے کی مشہور دوا
انڈین کیمیکل کمپنی، مئوناتھ بھنجن (یو۔پی)

تعمیر حیات میں اشتہار دیکر اپنی تجارت کو فروغ دیں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم شرعی احکام کو بتدریج بتاتے تھے

شیخ عبد الفتاح ابوغدہ ــــ ترجمہ :- شمس الحق ندوی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم تعلیم دینے میں تدریج یعنی مرحلہ وار سکھانے کی رعایت فرماتے تھے جو چیز زیادہ اہم ہوتی اس کی تعلیم پہلے دیتے پھر اس کے بعد جو چیز ضروری ہوتی اس کو بتاتے اور تھوڑا تھوڑا وقفہ دے کر، تاکہ سمجھنا اور عمل کرنا آسان ہو۔ دل میں بات اچھی طرح اتر جائے۔

ابن ماجہ نے جُندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا: "ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے ہم لوگ سب کے سب بالکل نوجوان تھے ہم بلوغ کو پہنچنے والے تھے۔ ہم لوگوں نے قرآن کریم سیکھنے سے قبل ایمان سیکھا۔ ایمان کے بعد پھر قرآن سیکھا۔ اس سے ہمارے ایمان میں اور ترقی ہوئی۔"

بخاری و مسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ کو یمن بھیجا اور فرمایا تم ایسی قوم کے پاس جارہے ہو جو اہل کتاب ہیں۔ لہٰذا ان کو پہلے اس بات کی دعوت دینا کہ معبود برحق صرف اللہ تعالیٰ ہے اور میں بلاشبہ اس کا رسول ہوں۔ پھر جب وہ اس کو مان لیں تو ان کو بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر صدقہ فرض کیا ہے جو ان کے مالداروں سے لیا جائے گا اور انھیں کے فقیروں پر تقسیم کردیا جائے گا۔ وہ جب اس کو تسلیم کرلیں تو دیکھو ایسا نہ کرنا کہ ان کے اچھے اچھے مال چھانٹ کرلے لو، بلکہ درمیانی لو۔ مظلوم کی بددعا سے بچو کہ مظلوم کی دعا اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی رکاوٹ نہیں (یعنی مظلوم کی دعا فوراً قبول ہوتی ہے) (یہ الفاظ مسلم کے ہیں)

حدیث سے معلوم ہوا کہ تعلیم و تربیت اور دعوت و تبلیغ میں پہلے بنیادی باتوں کو بتایا جائے۔ پھر اس کے بعد جزئیات کو بتایا جائے اس طرح تعلیم و تربیت مفید ہوتی ہے۔

امام احمدؒ نے اپنی مسند میں محمد بن فضیل سے روایت کیا ہے اور انھوں نے عطاء۔ جو ابن سائب سے معروف ہیں اور انھوں نے ــ ابوعبدالرحمٰن سے جو سُلمی مقرئی کے نام سے جانے جاتے ہیں۔ انھوں نے اصحاب رسول سے ہم کو جو صاحب پڑھاتے تھے وہ پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دس آیتیں سیکھ لیتے تھے پھر جب تک ان کے معانی اور عمل کو اچھی طرح سمجھ نہ لیتے دوسری دس آیتیں نہیں سیکھتے تھے۔"

طبری نے اپنی تفسیر میں حسین بن واقد سے تخریج کی ہے کہ اعمش نے شقیق کے حوالہ سے اور انھوں نے ابن مسعودؓ سے روایت کیا ہے کہ ہم میں جو شخص دس آیتیں سیکھ لیتا تھا۔ تو جب تک انکے معانی کو خوب سمجھ نہ لیتا اور عمل نہ کرلیتا دوسری آیتیں نہیں سیکھتا تھا۔

ہے کشتی بھنور میں مخالف ہوا ہے

● امۃ اللہ تسنیم صاحبہ

زمانے کی حالت کہوں میں کہ کیا ہے
ہر اک خود پرستی میں یاں مبتلا ہے
نہ عقبیٰ کا ڈر ہے نہ پروائے دنیا
بس آرام اپنا ہر اک چاہتا ہے
جو دینی اخوت تھی کمیاب ہے وہ
یہاں اب تو بھائی سے بھائی جدا ہے
دلوں میں ہیں بغض و حسد کا رفرما
ہر اک دوسرے کا بُرا چاہتا ہے
نہ عزت نہ دولت نہ حکمت ہے باقی
دماغوں میں لیکن تکبر بھرا ہے
بڑوں کی نہ عزت نہ چھوٹوں سے الفت
کہوں کیا زمانے کی بگڑی ہوا ہے
ہمیں ہے فقط عیب جوئی سے مطلب
جو کچھ رہ گیا ہے یہی رہ گیا ہے
گذرتی ہیں غفلت میں راتیں جہاں کی
صدائے جرس ہے نہ بانگِ درا ہے
حوادث کے گرداب میں ہم پھنسے ہیں
سفینہ کوئی دم میں اب ڈوبتا ہے
ہوا اس زمانے کی اچھی نہیں ہے
ہوا و ہوس میں ہر اک گم ہوا ہے
جسے ناز تھا اپنے ہوش و خرد پر
وہ سر آج قسمت کے آگے جھکا ہے
خبر تو نہ لے گا تو مٹ جائیں گے ہم
ہے کشتی بھنور میں مخالف ہوا ہے
نگاہِ کرم بے کسوں پر ہے لازم
الٰہی تری ذات کا آسرا ہے
بریشان تسنیم کیوں اس قدر ہے
مسلمان کا آپ حامی خدا ہے

پندرہ روزہ

تعمیر حیات

لکھنؤ

مجلس صحافت و نشریات دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

جلد نمبر ۳۶ | ۱۰ر اپریل ۱۹۹۹ء - مطابق - ۲۲ر ذی الحجہ ۱۴۱۹ھ | شمارہ نمبر ۱۱

زیر نگرانی :-
مولانا قاضی معین اللہ صاحب ندوی (نائب ناظم ندوۃ العلماء)
مولانا ڈاکٹر عبداللہ عباس صاحب ندوی (معتمد تعلیمات دارالعلوم ندوۃ العلماء)
مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی (مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء)
پروفیسر وصی احمد صدیقی صاحب (معتمد مالیات ندوۃ العلماء)

مدیر مسئول :
شمس الحق ندوی
مجلس ادارت :
مولانا نذر الحفیظ ندوی، مولانا محمد خالد ندوی
مولانا عبداللہ حسنی ندوی، ڈاکٹر ہارون رشید صدیقی

زر تعاون
سالانہ ــــ ۱۳۰ روپے
فی شمارہ ــــ ۶ روپے
بیرونی ممالک فضائی ڈاک :-
ایشیائی، یورپی، افریقی و امریکی ممالک
ــــ ۳۰ ڈالر
بیرونی ممالک بحری ڈاک :-
بحری ڈاک جملہ ــــ ۱۵ ڈالر

اس دائرہ میں اگر سُرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہوچکا ہے، لہٰذا اگر آپ چاہتے ہیں کہ دین و ادب کا یہ خادم ندوۃ العلماء کا ترجمان آپ کی خدمت میں پہنچتا رہے تو سالانہ چندہ مبلغ ۱۳۰ روپے بذریعہ منی آرڈر دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر ارسال فرمائیں۔

گذارش
خط و کتابت اور منی آرڈر کرتے وقت کوپن (پیغام سلپ) پر خریداری نمبر کیساتھ مکمل نام و پتہ ضرور لکھیں، خریداری نمبر ہر ہفتہ کی سلپ پر لکھا رہتا ہے اگر آپ جدید خریدار ہیں تو اس کی صراحت ضرور کریں اس سے دفتری کارروائی میں آسانی اور جلدی ہوتی ہے۔ ــــ مینجر

خط و کتابت کا پتہ
مینجر تعمیر حیات پوسٹ بکس ۹۳ ندوۃ العلماء لکھنؤ 226007 یوپی
ڈرافٹ سکریٹری مجلس صحافت و نشریات لکھنؤ کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر روانہ کریں

پرنٹر پبلشر شاہد حسین نے پاریکھ آفسٹ میں طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت و نشریات ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شائع کیا

اِس شُمارے میں

۱	درسِ حدیث	شیخ عبدالفتاح ابو غدہ رحمۃ اللہ علیہ	۲
۲	ھوالشافی (اداریہ)	ع - ع - ن	۵
۳	قرآنی قصوں کی اہمیت وافادیت	حضرت مولانا سید ابوالحسن ندوی	۶
۴	رسول عربی (نعت)	علامہ سید سلیمان ندویؒ	۹
۵	اے علی ندویؔ (نظم)	شفیق جونپوریؒ	۹
۶	حدیث نبوی میں وارد ہونیوالے قصے	مولانا تقی الدین ندوی	۱۰
۷	یادِ یارِ مہرباں	مولانا عبداللہ عباس ندوی	۱۲
۸	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی	شمس الحق ندوی	۱۳
۹	امت اسلامیہ کی خصوصیت	مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی	۱۷
۱۰	شعراء کرام اور فلسفۂ موت وحیات	عطاء الرحمٰن صدیقی ندوی	۱۹
۱۱	ماہ محرم	ڈاکٹر ہارون رشید صدیقی	۲۳
۱۲	حضرت مولانا کا بھٹکل کا سفر	مولانا محمد الیاس بھٹکلی ندوی	۲۵
۱۳	سوال وجواب	مطیع الرحمٰن عوف ندوی	۲۷
۱۴	محمد اسامہ کا حادثۂ وفات	شمس الحق ندوی	۲۸
۱۵	مطالعہ کی میز پر	محمد شاہد ندوی بارہ بنکوی	۲۹
۱۶	مختصر عالمی خبریں	معید اشرف ندوی	۳۰
۱۷	دعائیہ نظم	ڈاکٹر مسعود الحسن عثمانی	۳۱

شرائط ایجنسی

۱۔ پانچ کاپی سے کم کی ایجنسی جاری نہیں کی جاتی۔
۲۔ فی کاپی =/Rs. 15 کے حساب سے زر ضمانت روانہ کرنا ضروری ہے۔
۳۔ کمیشن جوابی خط سے معلوم کریں۔

نرخِ اشتہار

۱۔ تعمیر حیات کا فی کالم فی سینٹی میٹر اندرونی صفحہ =/Rs. 30
۲۔ تعمیر حیات کا فی کالم فی سینٹی میٹر پشت پر رنگین صفحہ =/Rs. 40
۳۔ کمیشن تعداد اشاعت کے مطابق ہوگا جو آرڈر دینے پر متعین ہوگا۔
۴۔ اشتہار کی نصف رقم پیشگی جمع کرنا ضروری ہے۔

بیرون ملک نمائندے

مدینہ منورہ	Mr. TARIQUE HASAN ASKARI Sb. P.O. Box No. 842, Madina Munawwara (K.S.A.)
برطانیہ	Mr. M. AKRAM NADWI O.C.I.S., St. Cross College, Oxford Ox1 3TU-U.K.
ساؤتھ افریقہ	Mr. M. YAHYA SALLO NADWI Sb. P.O. Box 388, Vereninging,(S. Africa)
قطر	Mr. ABDUL HAI NADWI Sb. P.O. Box No. 10894, DOHA-QATAR
دبئی	Mr. QARI ABDUL HAMEED NADWI Sb. P.O. Box No. 12525, DUBAI (U.A.E.)
پاکستان	Mr. ATAULLAH Sb. Sector A-50, Near sau Quater H. No. 109, Town Ship Kaurangi, KARACHI-31 (Pakistan)
امریکہ	Dr. A. M. SIDDQUI Sb. 98-Conklin Ave. Woodmere NEW YORK 11598 (U.S.A.)

"ھُوَالشَّافِی"

ابھی چند سال پہلے تک ہمارے حکیم صاحبان جب کسی مریض کے لئے نسخہ لکھتے تو اللہ تعالیٰ کی صفت شفا بخشی کو اپنے نسخے کا سرنامہ بنایا کرتے تھے "ھوالشافی" بسم اللہ کی جگہ لکھا کرتے تھے، یہ عقیدہ کا اعلان بھی تھا اور انسانی عجز وناتوانی کی پہچان بھی "واذا مرضت فھو یشفین" [اور جب ہم بیمار پڑ جاتے ہیں تو وہی ـــ اور صرف وہی مجھے شفا دیتا ہے] پر ایمان کا ترجمان بھی۔

آج جب یہ سطور لکھی جارہی ہیں حق تعالیٰ جلّ شانہٗ کی اسی صفت بخشش وعطا کی طرف ہماری آنکھیں لگی ہیں اور ہم ہی نہیں اللہ کے ہزاروں بندے اور بندیاں دعاء والتجاء میں رات دن مشغول ہیں کہ اے رات کی تاریکی کو دن کی روشنی سے بدلنے والے بے جان کو جان دینے والے، تیرے حکم سے مردوں میں جانیں پڑی ہیں، جلی کھیتیاں تو نے سرسبز کی ہیں ؎

تو جو چاہے تو اٹھے سینۂ صحرا سے سحاب
تیری رحمت تو ہے وہ جس کی نہ حد ہے نہ حساب

ابھی امت پر مخدوم ومربی مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی مدظلہ کا سایۂ رحمت باقی رکھ، یہ سایہ جو تیری رحمت کا مظہر۔ اور تیری عطاء وبخشش کی علامت، اور عرب وعجم کی تنہا دولت ہے۔

ہم ہزار نادان سہی جہل وغفلت اور خطأ ونسیان کے پیکر سہی۔ مگر اس حقیقت سے نابلد نہیں ہیں کہ خلود (بقائے دائم) صرف تیری ذات عالی کو ہے، دوام صرف تیرے نام کو ہے، ہم اپنے خالق کی سنت تکوینی سے آگاہ ہیں۔ مگر اے خالق حیات وممات! اپنی رحمت کے رمز، عطاء وبخشش کی علامت کو تادیر قائم رکھنا بھی تو تیری عادت ہے۔ لطف ورحم کا انداز ہے، آج ہم تیری اس صفت کی طرف ٹکٹکی لگائے ہوئے ہیں۔ دیکھ رہے ہیں کہ تیری رحمت کے بادل گھر گھر کر آرہے ہیں۔ میرے مخدوم جن کا امتیاز تیری بندگی ہے، جن کا سرمایۂ زیست تیری بارگاہ میں سجدہ ریز رہنا ہے، جن کے قلب ودماغ کا ہر تار تیری۔ اور صرف تیری محبت سے بندھا ہے اپنے اس عضو جسم میں قوت اور گرمیٔ حیات کا اثر محسوس کر رہے ہیں جو عارضی طور پر شل ہوگئے تھے، بے شک معالجین کی دن رات کی تدبیریں اور ان کی ہمہ وقتی کاوشیں اپنا اثر دکھا رہی ہیں لیکن ان کو مناسب وقت پر مناسب علاج سجھا دینا بھی تو تیرے ہی کرم کا کرشمہ ہے۔

آج سیکڑوں اور ہزاروں بندے اللہ کے اس بندہ کے لئے دعاگو ہیں۔ عیادت کرنے والوں کا تانتا بندھا ہوا ہے، ان میں علماء ومشائخ بھی ہیں۔ رہنمایان قوم اور دانشور بھی ہیں۔ عوامی سطح کے خاک نشین بھی ہیں اور حکومت کے شہ نشین بھی ہم سب کے جذبات تعلق کی قدر کرتے ہیں مگر دل ان بندگانِ خدا کی دعاؤں کی طرف لگا ہوا ہے۔ جن کی طرف عام نگاہیں نہیں اٹھتی ہیں، جب وہ آتے ہیں تو ان کے لئے آؤ بھگت نہیں ہوتی ہٹو بڑھو کا ہنگامہ نہیں ہوتا۔ رُبَّ اشعث اغبر لو اقسم علی اللہ لابرہ (ایسے بندے جن کے جسم غبار میں اٹے اور جن کے بال مشاطگی سے بے نیاز ہیں ـــ اگر وہ اللہ کے نام پر قسم کھالیں تو اللہ ان کے قسم کی لاج رکھ لے) کے مصداق ہیں۔ ـــ ان کی خاموش زبان، ڈبڈبائی آنکھ، اور لرزاں وترساں جسم، کیف غم میں ڈوبی ہوئی سسکیوں اور آہوں سے ڈھارس بندھتی ہے۔

اور ہم آنے والوں سے زیادہ اُن نہ آنے والوں کے جذبات محبت وعقیدت کے قدرداں ہیں جو میدان عرفات میں، منیٰ کی مبارک راتوں میں، مشعر حرام کی وادی میں، درکعبہ اور ملتزم پر بھی آہ وزاری کے ساتھ دعاؤں میں مصروف رہے۔ مرض کے ازالہ اور صحت کے آثار الحمد للہ پائے جارہے ہیں۔ لیکن قلب المؤمن بین الخوف والرجا (بندۂ مومن کا دل امید اور خوف کے درمیان رہتا ہے) بھی اپنی جگہ حقیقت ہے وللہ الخلق والامر وھو علی کل شیئ قدیر وبالاجابۃ ربنا جدیر

قرآنی قصوں کی اہمیت و افادیت

● حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی دامت برکاتہم

مندرجہ ذیل تقریر حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ نے ۲۶ فروری ۱۹۹۹ء مطابق ۹ ذیقعدہ ۱۴۱۹ھ کو بروز جمعۃ البطہ ادب اسلامی کے افتتاحی اجلاس منعقدہ بنگلور میں فرمائی تھی۔ صدر جلسہ نے دارالعلوم سبیل الرشاد جہاں یہ جلسہ ہو رہا تھا قرآنی تعبیر سبیل الرشاد کی تشریح سے اپنا خطبہ شروع فرمایا، انھوں نے اس تعبیر کی فصاحت و بلاغت اور اس کے معانی کی وسعت و جامعیت، گہرائی و گیرائی، جغرافیائی اور مکانی حیثیت سے اس کی عمومیت و آفاقیت، طبقات انسانی اور تغیرات زمانی پر اس کے انطباق کا تجزیہ کیا، مولانا نے لفظ "الرشاد" اور "الہدایہ" کے درمیان معانی کے نازک فرق کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ لفظ "الہدایہ" میں زیادہ اعتقادات وعبادات و فرائض اور اخلاق سے متعلق چیزیں آتی ہیں، لیکن "الرشاد" میں زندگی گذارنے کا طریقہ، اخلاق و معاملات، برتاؤ، متاثر کرنے کے ذرائع، صالح اور پاکیزہ احساسات وجذبات اور اچھی نیتیں داخل ہیں اس تعبیر میں زیادہ وسعت و عمومیت ہے، اس سبیل الرشاد کو دکھانے کے لئے اگر ادب کی ضرورت ہے تو وہ بھی ایک بہت بڑی خدمت، خدمت انسانیت ہی نہیں بلکہ عبادت الٰہی ہے۔ ہمارے نزدیک وہ دعوت الٰہی کا فریضہ انجام دیتا ہے، اس کے اندر حکایات، مفید مثالیں، جذبات و احساسات، تمثالیں، تجربات یہاں تک کہ مصلحانہ و مفکرانہ اور مثبت تعمیری دعوتی شاعری بھی شامل ہے۔

اس تمہید کے بعد مولانا مدظلہ نے اسلامی ادب میں قصہ نگاری کی اہمیت و افادیت اور اس کے بنیادی مقاصد کو قرآنی مثالوں سے واضح فرمایا، اس ضمن میں بامقصد اور پاکیزہ ادب کی تشریح کرتے ہوئے انبیاء علیہم السلام کی دعوتوں اور صحف سماوی کے دلکش اسالیب کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ قرآن مجید نے انسانی دل و دماغ میں توحید و رسالت کے مضامین کو اتارنے کے لئے جو وسائل و ذرائع اختیار کئے ہیں ان میں قصص و حکایات کو مرکزی اہمیت حاصل ہے، دینی حلقوں میں قصے کہانیوں سے متعلق جو غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں اور جس طرح تحقیر کی نگاہ سے اس فن کو دیکھا جاتا ہے اس میں واعظوں اور مصلحوں کے طرز عمل کا بڑا دخل ہے کہ وہ اس کی اہمیت اور افادیت کو تسلیم نہیں کرتے، مولانا نے فرمایا۔

قصہ کہانیوں کے متعلق صدیوں سے ایک حقارت آمیز اور ایک احساس کمتری کا خیال چلا آرہا ہے۔ ہمارے واعظوں نے قصوں اور حکایات کی کچھ ایسی تحقیر کی ہے یا کم از کم انھوں نے اس کی افادیت اور معنویت کو تسلیم نہیں کیا ہے۔ بلکہ وہ اس کو ایک تفریحی جز سمجھے کسی ثقہ و سنجیدہ مجلس میں جہاں لوگ اپنی اصلاح کے لئے بیٹھے ہوں۔ اگر کوئی قصہ کہنے لگے تو لوگ اس کو ایک بے محل بات سمجھیں گے کہ یہاں تو خدا و رسول کی باتیں ہونی چاہئیں موعظت اور اعتقادات و ایمانیات کی باتیں ہونی چاہئیں۔ یہ قصہ کہانی کہاں سے شروع کر دیا۔ لیکن جب قرآن مجید نے قصہ کو جگہ دی ایسی کہ حیرت ہوتی ہے آپ دیکھیں کہ حضرت موسیٰؑ اور حضرت ابراہیمؑ کے تذکرے واقعات اور قصے کتنے مقامات پر قرآن مجید نے ذکر کئے ہیں ایک پوری سورۃ حضرت یوسف علیہ السلام سے متعلق ہے۔ یہ پوری سورۃ ان کے قصہ پر مبنی ہے لیکن وہ اعلیٰ درجہ کی دانشمندانہ باتوں اور مواعظ پر مشتمل ہے، ایسے واقعات پر مبنی ہے کہ ان کے بغیر بہت سے حقائق سمجھ میں نہیں آسکتے خود قرآن کریم کہتا ہے: لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ، مَا كَانَ حَدِيثًا يُفْتَرَىٰ وَلَٰكِن تَصْدِيقَ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ۔ اس سے بڑھ کر قصہ کی منقبت یا قصہ کی توثیق کی ہی نہیں جاسکتی کہ خود اللہ تعالیٰ اس قصہ کو احسن القصص فرمارہا ہے۔

مولانا مدظلہ نے اس موقع پر اپنے اس عربی مقالہ کا ذکر فرمایا جس میں انھوں نے تفصیل کے ساتھ سورۂ یوسف اور سورۂ کہف میں ذکر قصوں کا موازنہ تورات و انجیل سے کیا ہے مولانا نے اس موقع پر سورۂ یوسف میں ذکر حضرت یوسف کی حکایت کا تجزیہ کرتے ہوئے اس سے بیش بہا دعوتی اور تربیتی نتائج نکالے

انھوں نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو ایک خاص جمال عطا فرمایا تھا، وہ پیغمبر زادے تھے۔ اور پیغمبر زادوں کے پیغمبر زادے تھے دوسری بات یہ کہ ان کے حلیہ میں بڑا فرق تھا۔ جو جمال اور رنگ کی صفائی شام و فلسطین میں ہے وہ مصر میں نہیں ہے نہ پہلے تھا نہ اب ہے۔ حضرت یوسف وہاں پیدا ہونے والے، وہیں کے پروردہ — پشتہا پشت سے جس خاندان میں پیغمبری کا سلسلہ چلا آرہا ہے اس کے وہ فرزند تھے پھر جب وہ مصر آئے تو قصر شاہی میں انھیں ایک آزمائش سے گذرنا پڑا۔ ایک خاتون نے کوشش کی کہ حضرت یوسف اس کے دل کی خواہش پوری کر دیں۔ لیکن حضرت یوسفؑ نے انکار کر دیا۔ وہ کامیاب نہیں ہوئی۔ اس کے بعد حضرت یوسفؑ کو جیل جانا پڑا۔ یہیں جیل کے دو قیدیوں نے خواب دیکھا۔ انھوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھتے ہی یہ سمجھ لیا کہ اگر ہمارے خواب کی کوئی تعبیر دے سکتا ہے تو وہ حضرت یوسفؑ ہیں۔ چنانچہ ان دونوں نے اپنا خواب حضرت یوسفؑ سے بیان کیا حضرت یوسف علیہ السلام نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا اور توحید کا بڑا موثر، طاقتور لیکن جامع وعظ کہا۔

حضرت یوسفؑ نے سمجھ لیا کہ یہ دونوں ضرورتمند ہیں، اور ضرورت انسان کے اندر سننے اور اطاعت و انقیاد کی صلاحیت پیدا کر دیتی ہے، جو بات وہ سن نہیں سکتا وہ سب سننے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ اس کے اندر ادب و احترام اور فروتنی کا جذبہ بھی پیدا ہو جاتا ہے۔ اس نازک اور قیمتی موقع سے

حضرت یوسف علیہ السلام نے فائدہ اٹھاتے ہوئے فرمایا:

يَا صَاحِبَيِ السِّجْنِ أَأَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُونَ خَيْرٌ أَمِ اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ، مَا تَعْبُدُونَ مِن دُونِهِ إِلَّا أَسْمَاءً سَمَّيْتُمُوهَا أَنتُمْ وَآبَاؤُكُم مَّا أَنزَلَ اللَّهُ بِهَا مِن سُلْطَانٍ إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ أَمَرَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ۔ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ۔

حضرات! غور کرنے کی بات ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے وعظ کا کوڑا اتنا رکھا جتنا اس موقع کے لئے مناسب تھا۔ اگر وہ لمبا وعظ کہہ دیتے تو کہتے کہ آپ کا وعظ ہم سننے کے لئے نہیں آئے ہیں، آپ تو ہمیں تعبیر دیجئے اگر آپ تعبیر جانتے ہیں، ورنہ رخصت کر دیجئے لیکن حضرت یوسفؑ نے ایسے جچے تلے الفاظ ایسے غیر جارحانہ اور غیر ناقدانہ انداز میں وعظ کہا کہ اگر داد باء اور ماہرین بلاغت اس پر غور کریں تو اعجاز قرآنی کے قائل ہو جائیں۔ اس وعظ میں حکمت یوسفی کے ساتھ جمال یوسفی بھی نظر آرہا ہے قیامت تک کے لئے یہ اسلوب داعیوں اور مبلغین کے لئے یہ نمونہ ہے۔ ہمیشہ ہمیں اس کو نمونہ بنانا چاہیئے کہ کس موقع سے ہم اپنی بات کہیں اور کس بلاغت سے اور اس کی مقدار کیا ہونی چاہیئے۔

اس احسن القصص کے دوسرے جزو یعنی بادشاہ وقت کے خواب، اس کی تعبیر، پھر بادشاہ کی طرف سے جب دعوت آئی تو اس نازک موقع پر حکمت یوسفی اور جمال یوسفی کس طرح نمایاں ہوئی اور سیرت یوسفی نے کیا رہنمائی کی اس پر روشنی ڈالتے ہوئے مولانا نے فرمایا:

جب بادشاہ نے اپنے خواب کی تعبیر درباریوں سے پوچھی تو کسی نے کہا کہ اس کی تعبیر تو حضرت یوسفؑ ہی دے سکتے ہیں اور وہ اس وقت جیل میں ہیں، بادشاہ نے حضرت یوسفؑ کو اپنے دربار میں طلب کیا اس موقع پر اگر کوئی اور ہوتا تو وہ خوشی خوشی دربار جانے کے لئے تیار ہو جاتا لیکن حضرت یوسف علیہ السلام نے سب سے پہلے اپنے معاملہ میں تحقیقات کا مطالبہ کیا۔ فرمایا:

مَا بَالُ النِّسْوَةِ اللَّاتِي قَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ إِنَّ رَبِّي بِكَيْدِهِنَّ عَلِيمٌ۔ کہ پہلے تحقیق کر لیجئے ان عورتوں کے بارے میں جنھوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے۔ اس لئے کہ جب عزیز مصر کی بیوی نے دیکھا کہ اس کو اپنے مقاصد میں کامیابی نہیں ملی۔ اور لوگوں میں چرچا شروع ہو گیا کہ محل سرا کی بیگم فریفتہ ہو گئی ہیں ایک معمولی انسان پر۔ تو اس نے تدبیر کی اور سب عورتوں کو بلا کر ان کے سامنے حضرت یوسفؑ کو پیش کیا۔ ان کو دیکھتے ہی وہ ان پر ایسی فریفتہ ہو گئیں کہ اپنی انگلیاں کاٹ لیں۔ ان حالات میں حضرت یوسفؑ نے یہ ضروری سمجھا کہ اس کی تحقیق پہلے کر لی جائے، یہ ہدایت الٰہی بھی تھی۔ اور نفسیات و خاصیت پیغمبری بھی تھی۔ انھوں نے کہا کہ اگر اس حالت میں شاہی دربار میں جاؤں گا تو سارے شہر میں چرچا ہو جائے گا کہ وہ تو مجرم تھے اور انھوں نے ڈورے ڈالے تھے۔ انھوں نے لالچ کی نگاہ ڈالی تھی۔ اور نہ معلوم کیا کرنے والے تھے، کہ اس کے بعد وہ جیل چلے گئے۔ پھر بغیر تحقیق کے شاہی دربار چلے گئے، محض بادشاہ کی خصوصی منظر عنایت سے ایسا ہوا۔

حضرات! منصب نبوت کے لئے جو بلندی چاہیئے، جو عفت، جو براءت اور جو پاکیزگی چاہیئے پھر وہ نہ ہوتی۔ اگر بغیر تحقیق کے

حضرت یوسفؑ محض بادشاہ کے بلاوے پر اسکے دربار میں چلے جاتے۔ اب حکمت خداوندی ہی ہیں یہ۔ خاص اعجاز قرآنی ہے کہ حضرت یوسفؑ نے فرمایا کہ اِرْجِعْ اِلٰی رَبِّکَ فَاسْئَلْہُ مَا بَالُ النِّسْوَۃِ الّٰتِیْ قَطَّعْنَ اَیْدِیَھُنَّ ــــ پھر جب تحقیق ہوئی تو نتیجہ یہ سامنے آیا کہ۔ ما علمنا علیہ من سوء۔ ہم نے ان کے اندر کوئی کمزوری اور کوئی خرابی نہیں پائی۔ تب حضرت یوسفؑ پورے اعزاز اور پوری خودداری کے ساتھ بلکہ نور نبوت اور منصب نبوت کے ساتھ دربار میں آئے اور وہاں رہنے یہ ساری چیزیں تورات میں موجود نہیں۔ اس طرح تورات ایک اور بات نظر انداز کرتی ہے اور وہ ہے ــــ اِجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآئِنِ الْاَرْضِ اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ۔ یہ وہی کہہ سکتا ہے جس پر دعوت کا غلبہ ہو، جس کو انسانیت کے ساتھ برادرانہ نہیں مشفقانہ تعلق ہو۔ یہ کتنا بڑا خزانہ ہے اور کتنی بڑی مملکت ہے۔ لیکن بے عمل اس کی دو تہیں صرف ہو رہی ہیں حضرت یوسفؑ نے اس کا خیال نہیں کیا کہ لوگ کیا کہیں گے کہ انھوں نے عہدہ طلب کیا اس لئے کہ لوگوں کا مفاد اپنی ذات کے متعلق بدگمانیوں کے مقابلہ میں زیادہ اہم اور زیادہ قابل ترجیح ہے۔ اگر کوئی ہمارے متعلق کہے گا کہ وہ لالچی تھے۔ کوئی حرج نہیں۔ لیکن ہزاروں ہزار انسانوں کے کام ہوں گے۔ غریبوں کو پیسے ملیں گے، بھوکوں کو روٹی ملے گی۔ جو اہل ہیں ان کو عہدہ ملے گا۔ اس لئے فرمایا۔ اِجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآئِنِ الْاَرْضِ اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ۔ یہ خدا کے سوا کوئی نہیں کہہ سکتا تھا۔ کوئی سوانح نگار ہوتا تو حضرت یوسفؑ کی سیرت میں اس کا ذکر نہ کرتا کہ اس میں حضرت یوسفؑ کی کمزوری ظاہر ہوتی ہے۔ قابل غور بات یہ ہے کہ حضرت یوسفؑ حضرت یعقوبؑ کے بیٹے پیغمبر کے پوتے اور پر پوتے تھے اس سے بہتر کیا ہے کہ ان پر حرف آئے، داغ لگے لیکن لوگوں کو آرام پہونچے، یہ ہے نبوت کا مزاج اور اس کی نفسیات۔ یہ صرف نبی کے اندر ہوتی ہے۔ تورات نے حضرت یوسفؑ کے وعظ اور ان کی حکیمانہ باتوں کو نظر انداز کر دیا ہے جبکہ قرآن نے اس قصے میں تمام عناصر کا ذکر کیا ہے جن سے انسانوں کی رہنمائی ہوتی ہے۔ اور ان سے سیرت و کردار کی تشکیل میں مدد ملتی ہے۔

مولانا نے سورۂ کہف میں درج واقعات اور حکایتوں کا اختصار کے ساتھ تحلیل و تجزیہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم نے اپنے عربی مقالہ اور کتاب معرکۂ ایمان و مادیت میں ذکر کیا ہے کہ ہر زمانہ میں ایمان و مادیت کے درمیان کشمکش پیش آئے گی۔ یہ کشمکش ایک خاص شکل میں اصحاب کہف کے زمانہ میں پیش آئی اصحاب کہف نے اپنے زمانہ کی مشرکانہ حکومت کا کس طرح مقابلہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو کیسا اعزاز بخشا۔ آخر زمانے میں کیا کیا واقعات پیش آئیں گے۔ قیامت تک پیش آنے والی ساری تحریکات، ترغیبات، مادی کشش اور رعنائی و دلکشی کی طرف اشارے کئے گئے ہیں۔ یہ سب چیزیں حکایتوں کے ذریعہ ہمارے سامنے قرآن نے رکھی ہیں تاکہ ہم ان سے نصیحت و عبرت حاصل کریں لیکن ان کہانیوں کو دین کے دائرے سے خارج کر دیا گیا۔ بس لوگوں نے یہ سمجھ لیا کہ صرف تفریح اور وقت گذاری کے لئے واقعات اور قصے پڑھ لئے جائیں۔ عربی میں کہانیوں کا بڑا ذخیرہ ہے۔ الف لیلۃ ولیلۃ ہے جس کی مثال دوسری زبانوں میں نہیں ملتی۔ اس طرح ابوالفرج اصفہانی کی کتاب بہت مقبول ہوئی لیکن ان کہانیوں اور واقعات کو اصلاحی اور تربیتی مقاصد سے پڑھنے کے بجائے تفریحی طور پر پڑھا گیا لیکن اللہ کے بندے اپنے اپنے دور میں کام کرتے رہے

قرآن مجید میں انبیاء علیہم السلام کے واقعات کا تذکرہ خود اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے اندر افادیت ہوتی ہے پھر جس تفصیل کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت لکھی گئی ہے۔ اور اس کا جتنا بڑا ذخیرہ اسلامی کتب خانہ میں ہے اس کی نظیر نہیں ملتی۔ نسل انسانی میں سے کسی بھی انسان کے بارے میں اتنی تفصیل کے ساتھ اور اتنی احتیاط، استدلال اور موزونیت کے ساتھ کوئی کتاب نہیں لکھی گئی جتنی کہ خاتم النبیین سید المرسلین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں لکھی گئی ہے

حضرات! ہمیشہ ادب کو دین کا معاون سمجھیے اور اس کو بچوں کی نفسیات اور ان کی عمر اور ذوق کے مطابق دین کے حقائق اور اصول و عقائد سے متأثر کرنے کا کام لیجیے اگر اس میں ذرا بھی تاخیر ہو جائے یا ذرا اس چوک ہو جائے تو بڑے سنگین نتائج نکلتے ہیں۔ مصر میں حکایات الاطفال کے نام سے جو کتابیں لکھی گئیں اس میں باتصویر کہانیاں کتے بلیوں سے متعلق تھیں۔ یہ کتابیں ندوۃ العلماء میں پڑھائی جاتی تھیں۔ مولانا عبدالماجد دریابادیؒ نے اپنے رسالہ "صدق" میں لکھا ہے کہ جس ادارہ کے معتمد تعلیم مولانا سید سلیمان ندوی ہوں اور جس کے ناظم مولانا حکیم ڈاکٹر سید عبدالعلی ہوں اس ادارہ میں حکایات الاطفال پڑھائی جاتی ہو جس میں گائے، بیل کی تصویریں ہوں حیرت کی بات ہے اس وقت مجھے ایک دھکا سا لگا اور یہ احساس پیدا ہوا۔ تو میں نے حکایات الاطفال کے بجائے قصص النبیین للاطفال کے نام سے ایک کتاب کا سلسلہ شروع کیا جو الحمدللہ یہیں نہیں بلکہ بلاد عربیہ یہاں تک کہ روس و چین میں بھی پڑھائی جاتی ہے۔ اس کے

ترجمے۔ انگریزی۔ ہندی۔ فرنچ اور اسپینی و ترکی میں ہوئے۔ اس کتاب کی بنیادی خصوصیت یہ ہے کہ بنیادی عقائد کو اس طرح بچوں کے سامنے پیش کیا گیا ہے کہ وہ اس کو کوئی تعلیم و تلقین اور درسی چیز نہ سمجھیں بلکہ ایک بدیہی حقیقت سمجھیں جیسے روزمرہ کی چیز ہو۔ جیسے انسان کھانا کھاتا اور پانی پیتا ہے اور سمجھتا ہے کہ پانی تو پینا ہی چاہیئے یہ فطرت کے عین مطابق ہے۔ اس طرح وہ آسانی سے بغیر کسی پیچیدگی کے عقیدۂ توحید کو سمجھ لیتا ہے۔ اور اپنے اوپر دباؤ بھی محسوس نہیں کرتا۔ نہ دلائل کی وہ تلاش کرتا ہے قصص النبیین میں آسان کہانیوں کے ذریعہ تمام بنیادی عقائد دلکش انداز میں بچوں کی نفسیات اور ان کی عمر کے تقاضوں کے مطابق آسان زبان میں بیان کر دیئے گئے ہیں اور اس کا لحاظ رکھا گیا ہے کہ یہ ان بچوں کے ذہن پر بار نہ ہوں اور ان کا معدہ بھی آسانی سے ہضم کر جائے اور انکے قول و فعل اور سیرت و کردار میں یہ عقائد گھل مل جائیں۔

خطاب کے آخر میں صدر جلسہ نے جنوب کی سرزمین خصوصاً اس کے مایہ ناز سپوت سلطان ٹیپو کا ذکر کیا اور فرمایا کہ انھوں نے جو کردار ادا کیا وہ ناقابل فراموش کارنامہ ہے۔ مولانا نے سلطان ٹیپو کے خاندان کے ساتھ ان کے بزرگوں خصوصاً شاہ ابوسعید، شاہ ابواللیث سید نعمان اور حضرت سید احمد شہید سے متعلق و روابط کا ذکر کیا۔ اور فرمایا کہ سلطان ٹیپو اور حضرت سید صاحب نے اس سرزمین کو آزاد کرانے کے لئے جو قربانیاں دیں وہ تاریخ کے انبار میں دبی ہوئی ہیں ان کو ابھارنے کی ضرورت ہے۔ یہ بھی ادب کا ایک جز ہے کہ اپنے کوٹے اور تناسب کے مطابق ہو۔ یہ چیزیں اس طرح ہماری ادب کی کتابوں میں آئیں کہ ذہن قبول کرے اور اور بچہ بھی محسوس نہ کرے کہ یہ وعظ کیوں کہا جا رہا ہے۔ ادب کے لئے جس نفسیات انسانی اور نفسیات صبیانی (بچوں کی نفسیات) کی ضرورت ہے۔ اس کو سمجھنے کی ضرورت ہے اور اس پر عمل کرنے کی بھی۔

مولانا نے رابطہ ادب اسلامی کے اس جلسہ کے بنگلور میں انعقاد پر مسرت ظاہر کرتے ہوئے فرمایا کہ ہمیں بڑی خوشی ہے کہ جنوبی ہند اس کام کو کر رہا ہے۔ جو بہت سی توانائیوں اور خصوصیتوں میں ممتاز ہے، اس ملک میں سب سے پہلے اس سرزمین نے جنگ آزادی شروع کی تھی جس کا ایک نمونہ سلطان ٹیپو تھے۔ ہمیں امید ہے کہ اسلامی ادب کو انشاء اللہ اس سیمینار کے بعد ایک طاقت ملے گی۔ اور اس میں ایک دلکشی پیدا ہوگی۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

رسولِ عربی

علامہ سید سلیمان ندویؒ

آدم کے لیے فخر یہ عالی نسبی ہے
مکی، مدنی، ہاشمی، و مطلبی ہے
پاکیزہ تر از عرش و سما جنت و فردوس
آرام گہہ پاک رسولِ عربیؐ ہے
آہستہ قدم نیچی نگہہ پست صدا ہو
خوابیدہ یہاں روح رسولِ عربیؐ ہے
اے زائرِ بیت نبوی یاد رہے یہ
بے قاعدہ یاں جنبشِ لب بے ادبی ہے
کیا شان ہے اللہ رے محبوب نبی کی
محبوب خدا ہے وہ جو محبوب نبی ہے
بھر جائے ترے چٹکیوں سے اے ابر کرم آج
جو آگ مرے سینہ میں مدت سے دبی ہے

اے علی ندوی تجھے کچھ باخبر پاتا ہوں میں

● شفیق جونپوری

انجمن کی انجمن کو پرخطر پاتا ہوں میں
اپنی ہی جانب حریفانہ نظر پاتا ہوں میں
ہو رہا ہے کب سے عیارانِ مغرب کا ستم
نوجوانانِ حرم کو بے خبر پاتا ہوں میں
آ رہا ہے اپنی جانب ایک ایسا زلزلہ
جس سے خوف جنبشِ دیوار و در پاتا ہوں میں
اے علی ندوی غنیمت ہے تری تبلیغ آج
تجھ سے بے شک عالمی ذوقِ نظر پاتا ہوں میں
خاکساری تیری دیتی ہے پیام بوترابؓ
تیری دانائی میں اندازِ عمرؓ پاتا ہوں میں
گر نہیں سیف و علم نوکِ قلم سے کام لے
اے علی ندوی تجھے کچھ باخبر پاتا ہوں میں
جاگ اٹھے خوابیدگانِ خوابِ غفلت جاگ اٹھے
نعرۂ توحید میں تیرے اثر پاتا ہوں میں
سچ تو یہ ہے آج کی تاریکیٔ الحاد میں
تیری ہستی کو چراغِ رہ گذر پاتا ہوں میں
رخ نہ کر بحثِ بریلی ہو کہ بحثِ دیوبند
اس سے بالاتر تجھے اے نامور پاتا ہوں میں
آج لادینی کی دنیا میں زہے تیرا وجود
شب کی تاریکی میں پیغامِ سحر پاتا ہوں میں
تیری تقریروں سے جاگ اٹھا ہے میرا ذوقِ عشق
تجھ سے گویا کوئے سلمیٰ کی خبر پاتا ہوں میں
منزلِ جاناں کی جانب ہے تری پروازِ شوق
تجھ میں کچھ آثارِ مرغِ نامہ بر پاتا ہوں میں

مردِ حق بیں کے مجلس میں شفیقؔ زار کو
اک بگولے کی طرح آوارہ تڑپاتا ہوں میں

حدیث نبوی میں وارد ہونے والے قصّے

بنگلور میں رابطہ ادب اسلامی کے سولہویں اجلاس میں مولانا تقی الدین ندوی سابق استاد حدیث العین یونیورسٹی کی تقریر

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

جناب صدر اور حاضرین جلسہ:

میں شکر گذار ہوں کہ مجھے ادب اسلامی کے اجلاس میں بیان کرنے کا موقع دیا گیا۔ اگر موضوع علم حدیث در جال یا جرح وتعدیل یا کتب ستہ کے درس سے متعلق ہوتا تو مجھے کہنے میں سہولت رہتی کہ علم حدیث وعلوم حدیث اس ناچیز کا تخصص ہے۔ تقریباً چالیس سال سے تدریساً و تالیفاً اس فن سے وابستہ ہوں۔ اس اجلاس کے موضوعات پر نظر ڈالنے کے بعد مجھے ایک عنوان "القصة فی الحدیث النبوی" نظر آیا اس لئے اس کو موضوع بنایا ہوں جو قصے یا حکایات حدیث کی کتابوں میں وارد ہوئے ہیں، وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے بیان ہوئے ہیں ان کی صداقت وصحت میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔

حدیث شریف میں ان قصص کی بڑی اہمیت ہے اس لئے شراح نے ان کی تشریح وبیان کی طرف خصوصی توجہ کی ہے۔ ان سے بہت سے فوائد مستنبط کئے ہیں ان کے ادبی ودعوتی پہلو پر بھی ان کی نظر ہے۔ اور اس جانب شراح حدیث میں علامہ عینیؒ نے خاص توجہ دی ہے۔

موجودہ دور میں بہت سے علماء نے ان قصص کو جمع کرنے کی کوشش کی ہے جن سے بہت سے دروس وعبر مستنبط کئے ہیں اور ان کے ادبی ودعوتی پہلو پر بھی گفتگو کی ہے۔ اس موضوع پر علماء معاصرین کی بعض کتابوں کی طرف اشارہ کر رہا ہوں۔

۱:- سیدنا محمد فی ابداعہ الادبی" از دکتور محمد احمد بہبوہی یہ ان کے پی۔ ایچ۔ ڈی کے رسالہ کا موضوع ہے جس پر انھوں نے جامع ازھر سے یہ ڈگری حاصل کی ہے۔

۲- الحدیث النبوی من الوجهة البلاغية" از دکتور عزالدین علی سید۔ یہ کتاب مکتبہ وھبہ قاہرہ سے شائع ہوچکی ہے۔

۳- "القصص النبوی" یہ سید سحاتہ وصدیق الدین نے آپس کے تعاون سے تالیف کیا۔

۴:- تذکرة الدعاة" از استاذ بھی خولی ہیں کتاب میں جہاں انھوں نے دعوۃ کے اسالیب بیان کئے ہیں بعض احادیث کی ادبی حیثیت سے شرح کی ہے

۵:- الحدیث النبوی:- از استاذ محمد الصباغ اس میں بعض قصص کو کتب احادیث سے جمع کیا ہے۔

۶:- القصص فی الحدیث النبوی: از استاد محمد حسن التریہ۔ یہ اپنے موضوع پر اہم کتاب ہے جو ۱۹۷۸ء میں مصر سے شائع ہوئی۔

۷:- قصص الماضین فی حدیث سید المرسلین از: استاد مشہود حسن سلمان، ریاض سے یہ کتاب شائع ہوئی ہے۔ بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ قصے تعلیم وتربیت کی غرض سے بیان فرمائے ہیں، جن سے اسلام کے عقائد واعمال واخلاق کی عظمت بیان کرنی مقصود تھی۔ اس لئے کبھی ایک ہی قصہ کو متعدد مجالس میں بیان فرمایا۔

بعض علماء نے صحاح ستہ ومؤطا محمد و سنن دارمی ومسند احمد ان کتابوں سے ان قصص کے مکررات کو حذف کرنے کے بعد شمار کیا ہے۔ ان کی تعداد ۱۳۹ تک پہونچتی ہے۔ اگر حدیث کے دیگر مصادر کو سامنے رکھ کر یہ قصے جمع کئے جائیں تو یہ تعداد اس سے کہیں زیادہ ہوگی۔

ان قصص کی اہمیت کا اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ بہت سے محدثین نے ان پر عناوین قائم کئے ہیں۔ امام بخاری نے متعدد تراجم ان قصص پر قائم کئے ہیں اور ترجمہ کے تحت قصہ کو ذکر کیا ہے۔ امام بخاری کے بارے میں علماء کا مشہور مقولہ ہے "فقه البخاري في تراجمه" امام بخاری کا کمال ان کے تراجم سے ظاہر ہوتا ہے جن میں انھوں نے بہت سے فقہی وعلمی نکتے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اس کا اندازہ حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نور اللہ مرقدہ کی کتاب "الابواب والتراجم" سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس موضوع پر جامع کتاب ہے۔

ہم امام بخاری ودیگر محدثین نے جو تراجم قائم کئے ان میں بعض کا ذکر کر رہے ہیں۔

صحیح بخاری کے بعض تراجم: باب قصة الجيش وقول النبي صلى الله عليه وسلم يا بني ارقدة،

باب قصة غزوة بدر ——

——، باب قصة الاسود العنسي، باب قصة يأجوج ومأجوج" باب قصة عمرو بن لحفيل الدوسي، باب قصة اهل نجران اسی طرح ایک حدیث ذکر کرنے کے بعد امام بخاری فرماتے ہیں۔ وقص الحديث،

صحیح مسلم میں باب قصة الجساسة، باب قصة اصحاب الأخدود والساحر والراهب والغلام۔ امام ترمذی اکثر فرماتے ہیں

وفی الحدیث قصة اور امام فرماتے ہیں فذکر قصة فی هذا الحدیث طویلة[1] اس طرح کی مثالیں دیگر مصادر میں موجود ہیں۔ جو قصے حدیث شریف میں وارد ہوئے ہیں وہ مختلف نوعیت کے ہیں۔

کچھ قصے ایسے ہیں جن کا تعلق انبیاء ورسل سے ہے۔ کچھ قصے ایسے ہیں جن کا تعلق اخبار الماضین سے ہے۔ اور بعض کا تعلق بعثت اور آخرت کے دن سے ہے۔ اور بہت سے قصے ایسے ہیں جن کا تعلق علامات قیامت سے ہے اور بعض کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے ہے۔ ان میں کچھ کا تعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذاتی تجارب سے ہے اور بعض کا تعلق امور غیبیہ سے ہے۔

ان قصص میں سے صرف ایک قصہ کو بطور مثال کے ذکر کرنا چاہتا ہوں وہ ابرص واقرع اور اعمی والا مشہور قصہ ہے بعض جدید مصنفین نے اس قصہ کو تمثیلی قصہ قرار دیا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو مغرب سے متأثر ہیں ہر چیز کو اسی نظر سے دیکھتے ہیں۔

اس موقع پر ایک واقعہ ذکر کرنا چاہتا ہوں جب ہم لوگ "بذل المجہود" کی طباعت کے لئے قاہرہ گئے تھے۔ وہاں محمد عبدہ ہال میں ایک طالب علم کے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی کے رسالہ کا مناقشہ ہوا۔ اس میں اس حدیث کا ذکر آیا جس میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی روح قبض کرنے جب فرشتہ آیا تو انھوں نے پہچانا نہیں۔ اس لئے اس کو ایک تھپڑ رسید کیا۔ یہاں تک کہ اس کی آنکھ نکل آئی۔ اس ناچیز سے ایک دکتور نے دریافت کیا کہ حدیث بظاہر خلاف عقل ہے؟ اس کا کیا جواب ہے؟ اس ناچیز نے ان کو برجستہ جواب دیا کہ "ان ملک الموت علیہ السلام جاء فی صورة بشر فتأثر کما تأثر به البشر فخرجت عینه، فرشتہ آدمی کی شکل میں آیا تھا اس لئے مارنے پر اس کی آنکھ نکل آئی، یہ بات عقل کے موافق ہے۔ یہ ہمارے حضرت مولانا گنگوہیؒ کی توجیہ ہے جو کوکب میں بیان کی گئی ہے اس پر وہ بہت خوش ہوئے۔

حدیث ابرص واقرع واعمی کا قصہ خود اس پر دلالت کرتا ہے کہ یہ واقعہ تمثیلی نہیں بلکہ تاریخی ہے۔ حدیث شریف کے الفاظ" ان ثلاثة فی بنی اسرائیل ابرص واقرع واعمی الخ سے صاف معلوم ہو رہا ہے۔ کہ یہ تاریخی قصہ ہے جو بنی اسرائیل میں پیش آیا تھا، اور ان تینوں کو ابتلاء وامتحان کے مراحل سے گذرنا پڑا ہے۔

حدیث شریف میں جو تاریخی قصے بیان کئے گئے ہیں وہ دو طرح کے ہیں۔ ا۔ کبھی اشخاص بھی مقصود ہوتے ہیں جیسے انبیاء ورسل کے قصوں میں عام طور پر ناموں کی تحدید کردی گئی ہے۔ جیسے آدم وداؤد وسلیمان وابراہیم واسماعیل علیہم السلام کے قصے، کہ انبیاء علیہم السلام کی ذات اور قصے دونوں پر ترکیز کی گئی ہے۔ کہ نبی کی ذات گرامی خود اپنے اندر سراپا دروس وعبر وہدایت ہے۔

[1] جامع الترمذی ۴/۱۷۳ ح ۲۱۳۲/۴

رتناگری (مہاراشٹر) میں تعمیر حیات حاصل کریں۔
جناب رفیق احمد پوسٹ بکس 12
کھیڈ رتناگری۔ 415709

معہد دار العلوم ندوۃ العلماء کے استاذ

قاری نثار الحق صاحب کا انتقال پر ملال

۱۴ر مارچ ۱۹۹۹ء کو ندوۃ العلماء کے استاذ قاری نثار الحق صاحب اچانک حرکت قلب بند ہوجانے کی وجہ سے انتقال کرگئے۔ اللہ وانا الیہ راجعون۔

قاری صاحب مرحوم اصلاً ضلع نالندہ (بہار) کے رہنے والے تھے اور کافی عرصے لکھنؤ میں متوطن ہوگئے تھے اور ۳۵ سال تک معہد دار العلوم ندوۃ العلماء میں بحیثیت استاذ تعلیم دیتے رہے، قاری صاحب نہایت ہی خوش مزاج اور باوقار انسان تھے، لوگوں کے ساتھ ہمیشہ محبت کا معاملہ فرماتے تھے، ندوۃ العلماء کے تقریباً تمام اساتذہ کرام سے قاری صاحب کا بہت اچھا تعلق تھا، خصوصاً حضرت مولانا دامت برکاتہم سے عقیدت مندانہ تعلق تھا، حضرت مولانا دامت برکاتہم نے مرحوم کی نماز جنازہ پڑھائی۔

چند دنوں قبل قاری صاحب فالج کے اثر سے متاثر ہوگئے تھے لیکن رفتہ رفتہ فالج کا اثر زائل ہوگیا تھا اور تدریس کا کام بھی انجام دینے لگے تھے اس کے بعد اچانک طبیعت خراب ہوئی اور قاری صاحب نے اپنی جان جان آفریں کے سپرد کردی۔ حق تعالیٰ ان کے ساتھ اپنی خاص رحمت ومغفرت کا معاملہ کرے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے، قارئین سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

یادِ یارِ مہرباں

مولانا عبدالغفار صاحب ندویؒ کی وفات

● مولانا عبداللہ عباس ندوی

مولانا عبدالغفار صاحب مرحوم یوپی جماعت اسلامی کے سکریٹری تھے۔ عرصہ تک حلقہ کے صدر بھی تھے اس لئے اپنے دورے کے تمام ندویوں میں ان کی شناخت جماعت اسلامی کی نسبت سے ہوتی تھی۔ مخدوم و مربی حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ دامت برکاتہم کے ابتدائی دور کے شاگردوں میں تھے۔ ۱۹۴۱ء میں مولانا کے سفر پشاور میں ساتھ تھے۔ اس زمانہ میں جبکہ حضرت مولانا کو مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کی تحریروں سے فکری مناسبت تھی مولانا عبدالغفار صاحب مرحوم جماعت سے وابستہ ہوئے اور عمر کی آخری سانس تک اس کے ہمنوا رہے اور جب تک صحت و توانائی نے ساتھ دیا جماعت کی خدمت کرتے رہے۔

مولانا عبدالغفار صاحب دارالعلوم ندوۃ العلماء میں ۱۹۳۱ء میں درجہ ششم میں داخل ہوئے۔ اسی سال یہ راقم بھی درجہ پنجم میں داخل ہوا تھا۔ شاہ گنج کے مدرسہ میں بڑھ کر آئے تھے اور اسی اطراف کے رہنے والے تھے، جسم اکہرا مگر گٹھا ہوا تھا۔ چہرے پر بال گھنے نہیں تھے اور جسم پر عمر کا اثر نہیں معلوم ہوتا تھا، بولتے کم تھے، پڑھتے زیادہ تھے۔ ندوہ سے فارغ ہونے کے بعد استاذ گرامی مولانا عبدالسلام قدوائیؒ ندوی کی زیر نگرانی قرآن پاک کی تفسیروں کا مطالعہ شروع کیا۔ مولانا قدوائی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو اور اپنے بعض شاگردوں کو ہدایت کی تھی کہ تفسیر کبیر رازی کو مکمل پڑھ لیں۔ انھوں نے اس حکم کی تعمیل کی اور یہ کوتاہ راقم ان کا ساتھ نہ دے سکا۔ ابتدائی چند سورتوں سے آگے نہ بڑھ سکا۔ اس کے بعد کشاف کا مطالعہ شروع ہوا۔ اس کی بھی انھوں نے چاروں جلدیں مطالعہ کرلیں۔ بہرحال وہ قدماء اور متاخرین کی اکثر و بیشتر تفسیریں پڑھ چکے تھے۔ جماعت اسلامی سے وابستہ حضرات کے درمیان ان کا رویہ اور نقطۂ نظر اعتدال پسند تھا زبان کسی پر طعن اور کسی پر تحقیر سے پاک تھی، ان کی کوئی تحریر مجھے یاد نہیں ہے، ہوسکتا ہے کہ کوئی مقالہ لکھا ہو۔ مگر میرے علم میں اس لئے نہیں کیونکہ میں عرصۂ دراز تک عرب میں رہا۔

مولانا عبدالغفار صاحب بےضرر انسان تھے کسی کو ان کی زبان یا کسی حرکت سے تکلیف نہیں پہونچی، جس محلہ میں رہتے تھے وہاں کے لوگ ان کے اخلاق و تواضع سے متاثر تھے۔

جس زمانہ میں ندوہ میں پچاسی سالہ جشن منایا گیا۔ شیخ الازہر صدارت کے لئے آئے تھے اس زمانہ میں مولانا عبدالغفار صاحب جیل میں تھے جماعت اسلامی کے ارکان عتاب حکومت کا شکار تھے۔ ان کو جیل میں جاکر حضرت مولانا نے دیکھا۔ اس جشن ۸۵ سالہ کا پروگرام دو سال پہلے بن چکا تھا۔ اور تیاریاں خاص طور پر باہر سے آنے والوں کی تازہ تیں مقرر ہوچکی تھیں ایسے وقت میں ان کی گرفتاری ہم سب کے لئے موجب قلق تھی۔ اس وقت یوپی کے چیف منسٹر بھوگنتا تھے۔ اور حضرت مولانا سے ان کو قربت حاصل تھی بار بار ندوہ آیا کرتے تھے حضرت نے ان سے مولانا عبدالغفار صاحب کی رہائی کے لئے کہا۔ انھوں نے جواب دیا کہ یہ میرے حدود اختیار سے باہر کی بات ہے۔ پھر شیخ الازہر نے کہا کہ وہ ملک کے معزز مہمان ہیں۔ اور مصری سفارتخانہ نے بھی یہ باور کرایا تھا۔ کہ شیخ الازہر کا درجہ مصر میں وزیر اعظم کی سطح کا ہوتا ہے۔ چنانچہ شیخ الازہر سے عرض کیا گیا کہ وہ کہیں، چنانچہ شیخ نے اپنی تقریر میں کہا کہ حکومت ہند جو ہماری مہمان نوازی چاہتی ہے اس میں بھی مطالبہ کرتا ہوں کہ جماعت اسلامی کے بےگناہ ارکان کو چھوڑ دے اور یہی ہماری سب سے بڑی خاطر داری ہوگی۔ شیخ الازہر کی اس تقریر کا ترجمہ راقم الحروف نے کیا تھا۔ مگر کانگریسی حکومت نے کوئی نوٹس نہیں لیا اور چونکہ ندوہ نے صوبائی حکومت کی کوئی مدد قبول نہیں کی۔ اور مرکزی حکومت کی سرپرستی یا عزت افزائی کی دعوت نہیں دی تھی۔ اس کی وجہ سے بھی ندوہ حکومت کی پسندیدہ فہرست میں نہیں تھا۔

بہرحال وقت گذر گیا، مولانا اپنے ساتھیوں کے ساتھ بری ہوئے۔ مگر اس کا قلق رہ گیا کہ اسی لکھنؤ میں وہ اس وقت قید میں تھے، جبکہ یہاں ۸۵ سالہ جلسہ ہو رہا تھا۔

مرحوم اپنی خوبیوں اور حسن اخلاق اور حسن خدمت کی وجہ سے یاد کئے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ مغفرت تامہ سے نوازے۔ آمین۔

دعائے مغفرت

ڈاکٹر محمد منزل ریڈر شعبۂ معاشیات لکھنؤ یونیورسٹی کی والدہ محترمہ کا حال ہی میں ان کے آبائی وطن موضع جوڈیہ گنج ضلع سلطانپور میں انتقال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

قارئین تعمیر حیات سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

اکابر و مشاہیر امت کی نظر میں

شمس الحق ندوی

یہ کوئی مضمون نہیں بلکہ ۴۶۶ صفحات پر مشتمل ایک مستقل کتاب کا تعارف ہے جس میں مولانا ممتاد علی قاسمی نے حضرت مولانا کے متعلق مشائخ و اکابر امت کے فرمودات اور چوٹی کے عرب علماء کے خیالات اور حضرت کو مدارس و خانقاہوں اور علوم جدیدہ کی تعلیم گاہوں سے لے کر شاہان مملکت کی بارگاہوں تک میں جو عز و شرف حاصل ہوا ہے اور ہے اور اللہ رب العزت نے دیگر جن اعزازات سے نوازا ہے، کو جمع کیا ہے مؤلف کا مقصد تالیف یہ ہے کہ حضرت مولانا علمی و دعوتی دنیا میں تو بحیثیت ایک مفکر اسلام اور عالم ربانی معروف ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو جس بلند روحانی مقام، خلوص وللہیت اور شان قلندری سے نوازا ہے اس پر ان کے علم، سادگی اور تواضع و خاکساری کا پردہ پڑا ہوا ہے۔ اس لئے حضرت کی ذات سے روحانی فائدہ بہت کم اٹھایا جاتا ہے جو اٹھایا جانا چاہئے تھا۔

ہمارے محدود علم میں شاید حضرت مولانا دامت برکاتہم کی واحد وہ ذات ہے جس کی زندگی میں ایک درجن سے زائد عرب و عجم کے اسکالروں نے ڈاکٹریٹ کیا ہو، یہ چیز کسی نہیں بلکہ عطاء ربانی اور وہبی ہے مالک حقیقی اپنے جس بندے کو چاہے نواز دے، اور حضرت مولانا کی تو صدیوں کے خاندانی تاریخ ہے جس میں قابل صد رشک آفتاب و ماہتاب وجود میں آتے اور ایک عالم کو منور کرتے رہے ہیں، خود حضرت کے نانا، والدہ ماجدہ اور پدر بزرگوار اپنے دیگر فضل و کمال کے ساتھ کیا کم روحانی مرتبہ رکھتے تھے۔ انھیں بزرگوں کے اثرات حضرت مولانا کی ذات میں بچپن ہی سے جلوہ گر تھے جن کو صرف اہل دل حضرات ہی پہچان سکے تھے اور بعد میں تو دنیا نے پہچانا۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ بچپن ہی میں حضرت مولانا مدظلہ کے بڑے بھائی ڈاکٹر عبدالعلی رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا تھا:

"ان کا بہت خیال رکھئے گا۔"

کتاب میں مولانا ممتاد علی صاحب نے حضرت کے بارے میں اکابر و بزرگوں کے اس طرح کے جوہر شناسی کے واقعات کو جمع کردیئے ہیں کتاب کے مقدمہ میں چیف جسٹس مولانا محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم نے لکھا ہے:

"ہمارے دور میں عام عادت یہ ہے کہ کسی بڑی شخصیت پر عموماً اس وقت قلم اٹھایا جاتا ہے جب اس سے استفادہ ممکن نہیں رہتا، اللہ تعالیٰ حضرت مولانا مدظلہم کو تادیر ہمارے سروں پر سلامت رکھے۔"

یہ کتاب چونکہ ان کی زندگی میں لکھی گئی ہے اس لئے امید ہے کہ اس کا فائدہ عام، تام اور مؤثر ہوگا۔

کتاب میں جن اکابر، مشائخ اور علمائے عرب کی حضرت مولانا سے محبت اور جوہر شناسی کا تذکرہ کیا گیا، بطور نمونہ کچھ چیزیں پیش کردی جاتی ہیں تاکہ کتاب کی اہمیت اور حضرت مولانا مدظلہ کے مقام بلند کو عام اور بےخبر حضرات بھی معلوم کرسکیں اور حسب توفیق حضرت والا کی ذات یا کم از کم ان کی تصنیفات سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں۔

دارالعلوم ندوۃ العلماء کے شیخ الحدیث حضرت مولانا شاہ حلیم عطا صاحبؒ نے اس وقت جبکہ حضرت کی عمر ۲۰ سال کے اندر رہی ہوگی فرمایا:

"ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا معاملہ اجتبا کا ہے" بہت کم عمری میں جبکہ مولانا مدظلہ ابھی ۲۲ سال کی عمر کے اندر ہوں گے حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے حضرت کے نام اپنے خط میں:

"بخدمت جامع الکمالات زید لطفکم"

کے الفاظ سے مخاطب فرمایا۔

مولانا محمد یوسف صاحب بنوریؒ نے اپنی کتاب "معارف السنن" ہدیۃً بھیجی تو اس پر حضرت مولانا کو "آیۃ من آیات اللہ" کے الفاظ سے مخاطب فرمایا۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے "موفق من اللہ" فرمایا۔ حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوریؒ نے فرمایا:

"مجھے جس طرح مولوی حبیب اللہ سلمہ کی ترقی سے فرحت ہوسکتی ہے اسی طرح بلکہ واقعہ یہ ہے کہ بعض وجوہ کی بنا پر اس سے زیادہ خوشی اور سرور آپ کے درجات کی ترقی سے ہوتا ہے۔"

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کا حضرت مولانا دامت برکاتہم سے جو تعلق تھا اور ان کے دل میں ان کا جو مقام تھا اس کی تفصیلات کتاب

لے یہ بات مولانا عبداللہ عباس ماجستندی معتمد تعلیمات دارالعلوم ندوۃ العلماء نے راقم سے نقل کی۔

میں ملیں گی۔ مرض وفات میں وفات سے دو دن قبل تکلیف کا یہ عالم تھا کہ کوئی چارپائی کو بھی ہاتھ لگاتا تو تکلیف ہوتی، اس حالت میں بھی حضرت مولانا کا سر سہلانے لگے اور فرماتے رہے:

"مولانا آپ بہت تھک گئے ہیں آپ نے جماعت کے لئے بہت کام کیا ہے آپ کا ساتھ دینے والا بھی کوئی نہیں رہا۔"

حضرت مولانا کے ایک خط کے جواب میں لکھا:

"گرامی نامہ پڑھ کر دل کا کنول کھل گیا۔"

حضرت مولانا نے جماعت کے لئے کیا کام کیا اس کا کچھ اندازہ اس خط سے ہو سکے گا جو حضرت مولانا محمد الیاسؒ کے انتقال کے بعد حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ نے حضرت مولانا کے نام لکھا ہے، یہ خط اس کتاب میں پورا درج ہے۔

حضرت مولانا عبد القادر صاحبؒ رائے پوری اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ کی محبت و شفقت تو ماں کی طرح تھی اس کو کتاب ہی میں پڑھا جا سکتا ہے، یہی وجہ تھی کہ حضرت شیخ نے اپنی کتابوں پر مقدمے حضرت مولانا ہی سے لکھوائے، حضرت مولانا کی کئی کتابیں حضرت رائے پوریؒ ہی کے تقاضہ سے معرض وجود میں آئیں "تاریخ دعوت و عزیمت" کے تو ایسے مشتاق رہتے تھے کہ حضرت مولانا کبھی جب اپنے کچھ باطنی حالات کہنا چاہتے تو کچھ جواب دینے کے بجائے فرماتے:

"آپ تو بس تاریخ دعوت و عزیمت مکمل کر دیجئے۔"

حضرت شاہ محمد یعقوب مجددی بھوپالیؒ

شاہ محمد یعقوب صاحبؒ کی نظر میں حضرت مولانا مدظلہ کا جو مقام تھا اس کا اندازہ کچھ اس سے ہو سکتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا حیدرآباد سے آرہے تھے، نو بجے رات میں ٹرین بھوپال سے گذرتی تھی لہٰذا مولانا محمد عمران خاں صاحب کو اطلاع دے دی تھی حضرت مولانا سے ملنے کے لئے حضرت شاہ محمد یعقوبؒ صاحب بھی آئے دسمبر کی شدید سردیوں کا زمانہ تھا اور ٹرین اتنی لیٹ ہوئی کہ رات ایک بجے بھوپال پہونچی اس کڑاکے کی سردی میں ضعف پیری کے باوجود شاہ صاحب اسٹیشن پر موجود رہے۔ ٹرین جب بھوپال پہنچی اور حضرت سے ملاقات ہوئی تو حضرت مولانا نے معذرت فرمائی اور تکلیف اٹھانے پر افسوس ظاہر فرمایا۔ جواب میں شاہ صاحب نے فرمایا:

"آج جیسی تو کوئی رات گذری ہی نہیں"۔

لکھنؤ پہونچ کر حضرت مولانا نے شاہ صاحب کو معذرت کا جو خط لکھا اس کے جواب میں شاہ صاحب نے جو کچھ لکھا اسے پڑھ کر روحانی دنیا کے بادشاہوں کی گوہر شناسی اور اسی کے ساتھ ساتھ تواضع و انکساری کی جو تصویر سامنے آتی ہے اس پر ہر ذی شعور عش عش کر کے رہ جائے، لکھتے ہیں:

"کرم نامہ شرف صدور فرما کر نہایت شرمندہ و محجوب کیا اس عاجز کو جو روحی آرام اس شب میں حاصل ہوا تھا جس رات کو حضرت کے استقبال میں آرام کیا تھا اسٹیشن پر ایسی خوشی اور فرحت کی کوئی رات مجھ کو اپنی زندگی میں یاد نہیں جس میں کوفت بہت قلیل اور روحی فرحت بہت کثیر، فرحت روحی نے جسمی تکلیف کو دفع کر دیا۔ مدت سے انتظار اس امر کا تھا کہ کوئی موقع ایسا ملے کہ سکوت کے ساتھ آپ کے سامنے بیٹھوں یا کھڑا رہوں اللہ جل شانہ کا بے شمار احسان ہے کہ وہ موقع اللہ نے نصیب کیا۔"

حضرت شاہ وصی اللہ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا فرماتے ہیں پہلی حاضری میں ایسے وقت پہونچا کہ دوپہر کا کھانا ہو چکا تھا اور لوگ قیلولہ کے لئے لیٹ چکے تھے کہ ہم لوگ فتحپور پہونچے، مولانا کو اسی وقت خبر ہو گئی میرے نام سے غائبانہ طریقہ پر واقف تھے، اسی وقت بالا خانہ سے نیچے تشریف لے آئے اور نہایت شفقت کے ساتھ مجھے اوپر لے گئے، دیر تک میرا ہاتھ پکڑ کر دباتے رہے، یہ مولانا کی خاص ادا تھی، پھر اسی وقت کھانا گرم کروایا، دسترخوان بچھوایا، مجھے اس طرح کھلایا جیسے مائیں پاس بیٹھ کر بچوں کو کھلاتی ہیں، کبھی کبھی لقمہ بنا کر میرے منہ میں دیتے۔

ایک موقع پر فرمایا:

"سب کے دل دیکھ لئے سب کے دل دیکھ لئے لیکن جیسا صاف دل علی میاں کا دیکھا ایسا کسی کا نہیں دیکھا۔"

حضرت مولانا مدظلہ کے ایک خط کے جواب میں بہت کچھ لکھ کر یہ شعر لکھا ؎

لگ چلا تھا دل قفس میں پھر پریشاں کر دیا
ہم صفیرو! تم نے پھر ذکر گلستاں کر دیا

مولانا محمد احمد پرتاپ گڈھیؒ

فرمایا:

"محبوب کو چھپایا جاتا ہے اور چونکہ مولانا علی میاں اللہ کے محبوب ہیں اس لئے اللہ نے ان کو علم کے پردہ میں چھپا رکھا ہے اگر وہ اپنے کو ظاہر کر دیں تو دوسرے پیروں کو مرید نہ ملیں۔"

مولانا عبد الماجد دریابادیؒ

مولانا نے اپنی کتاب معاصرین میں حضرت

مولانا کے بارے میں جو کچھ لکھا اس سے مولانا محمد احمد صاحبؒ کی بات کی بڑی کھلی ہوئی تائید ہوتی ہے، فرماتے ہیں:

"ایک بار نہیں شاید ایک دو بار اور اشارتاً و کنایتاً نہیں منہ پھوڑ کر پوچھا کہ حضرت شاندار مصطلحات تصوف کا مفہوم کچھ تو ہم نیاز مندوں پر کھولئے اور "تنازل سنہ" کے چہرے سے نقاب ذرا تو سرکائیے "توجہ باطن" سے قلب کو گرمائیے کچھ جواب نہ ملا، تجاہل سا کر کے ٹال گئے ایسا تجاہل جو دانستہ تغافل سے کم نہیں۔

مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا کی کتاب سوانح حضرت رائے پوریؒ کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

"موصوف کی ان خداداد صفات و خصوصیات کی وجہ سے جن کی اللہ کے یہاں اور اس کے مقبول بندوں کے یہاں بھی زیادہ قدر و قیمت ہے، حضرت کے یہاں محبوبیت کا جو مقام حاصل ہوا وہ اس ناچیز کے لئے موجب مسرت ہونے کے باوجود ہمیشہ رشک و غبطہ کا باعث بھی بنا رہا، "ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ"۔

ایک اور موقع پر لکھا ہے:

"مولانا سید ابو الحسن علی ندوی کہ اللہ کی خاص عنایت و توفیق سے وہ صاحب نظر و فکر بھی ہیں اور صاحب قلب بھی، وہ اپنے علم و معلومات کے لحاظ سے جدید بھی ہیں اور ایمان و یقین اور رسوخ فی الدین اور طرز زندگی کے لحاظ سے قدیم بھی، ان کی ذات مدرسہ بھی ہے اور خانقاہ بھی۔"

مزید لکھتے ہیں:

"محترم رفیق مولانا سید ابو الحسن علی کا کردار ہم جیسوں کے لئے بڑا سبق آموز ہے، جی تو چاہتا ہے کہ اس باب میں ان کا جو حال معلوم ہے اس کو بھی کھول دوں لیکن یہ چیز ان کے لئے ناقابل برداشت ہوگی، اس لئے اسی پر اکتفا کرتا ہوں جو کچھ ان سطروں میں لکھ دیا ہے یہ بھی ان کے لئے یقیناً گرانی کا باعث ہوگا۔

مولانا قاری صدیق احمد باندویؒ

اپنے ایک خط میں جو انتقال سے کچھ ہی ماہ قبل لکھا تھا لکھتے ہیں:

"احقر کو اپنے تمام اکابر سے الحمد للہ ہمیشہ سے عقیدت رہی ہے اور ہے اس وقت حضرت والا کی عقیدت اور عظمت جو اس ناکارہ کے دل میں ہے اس کو سب پر فوقیت اور اولیت حاصل ہے اور یہی زندگی کا سرمایہ ہے۔"

عرب علماء کی نظر

ترکی میں حضرت مولانا کا تعارف کراتے ہوئے مصر کے مشہور عالم ڈاکٹر عبد المنعم احمد یونس نے فرمایا:

"مولانا سید ابو الحسن علی ندوی پوری انسانیت کے مربی و محسن اور رہنما ہیں، اور عرب و عجم ان کی دعوت و فکر سے نہ صرف آشنا بلکہ قدرداں ہیں۔"

شیخ علی طنطاوی

مشہور صاحب قلم و ادیب عالم شیخ علی طنطاوی کو حضرت مولانا سے غیر معمولی محبت و تعلق ہے اور اپنی کتاب "ذکریات" میں حضرت مولانا پر بہت کچھ لکھا ہے جب حضرت مولانا نے ان سے اپنی عربی کتاب "الطریق الی المدینہ" پر مقدمہ لکھنے کی خواہش ظاہر کی تو ایسا مقدمہ لکھا جس میں کتاب اور مصنف دونوں کا سراپا سامنے آگیا۔ لکھا:

"آپ نے مقدمہ کی فرمائش کی ہے، مجھے اس سے معاف رکھئے کیونکہ اس کی نہ آپ کو ضرورت ہے اور نہ اس کتاب کو کتابوں کے مقدمہ کی وہی حیثیت ہوتی ہے جو تاجر کے لئے دلال یا ایجنٹ کی، نئے تاجر کو دلالی کی اس لئے ضرورت ہوتی ہے کہ وہ اپنے غیر معروف سامان کی شہرت بڑھائے، جب خود خریدار تاجر کو ایجنٹ سے زیادہ جانتے ہوں اور اس کا سامان خریدنے کے اس سے زیادہ متمنی ہوں جتنا تاجر اس کے فروخت کرنے کا تو ایسی حالت میں ایجنٹ کیا کام دے سکتا ہے۔" [1]

کتاب میں عرب علماء کے حضرت مولانا سے تعلق و محبت، اعتراف و عقیدت کا ان کے خطوط و تحریروں کے آئینہ میں مفصل تذکرہ ہے۔ یہاں مشہور فقیہ و محدث شیخ عبد الفتاح ابو غدہ کے ایک خط کے اقتباسات پر اکتفا کرنا ہی کافی ہے۔

آداب و القاب اور سلام کے بعد لکھتے ہیں۔

"امید ہے کہ آپ، آپ کے تمام احباب اور اہل تعلق بخیر و عافیت ہوں گے۔

یحییٰ بن سعید ہم سے حدیث بیان فرماتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ موتیوں کی بارش ہو رہی ہے۔ واللہ آپ کی باتیں بھی ہمارے لئے ایسی ہی ہیں، شکر ہے اس خدا کا جس نے آپ

کو یہ نعمت دی اور اس پر قادر بنایا، اس کام کے لئے آپ کو منتخب کر دیا، اس کی قوت بخشی اور آپ کی شخصیت میں ہماری تاریخ کے روشن و شاندار علمی صفحات دکھائے، عالی مرتبہ علماء سلف کی یاد تازہ کی، آپ الحمد للہ ان اسلاف کرام کو یاد دلانے کا بہترین نمونہ ہیں، جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنی اور اپنے رسول کی محبت پیدا فرمادی تھی، اور اللہ کی محبت کے سبب انھیں لوگوں میں محبوب بنا دیا تھا آپ کا اس اعلیٰ نمونہ کا ہونا کوئی انوکھی بات نہیں کہ بڑے اور گھنے سایہ دار درخت کی شاخیں تازہ، ہری بھری اور شاداب ہی ہوا کرتی ہیں، وہ ہر وقت اور ہر جگہ اپنی عطر بیزی سے معطر کرتا رہتا ہے، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ کی عمر دراز فرمائے اور آپ کا وجود بابرکت عرصۂ دراز تک قائم رکھے۔ خصوصی اوقات کی اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔"

کتاب کے مذکورہ تمام اقتباسات کی تصدیق کتاب میں مذکور ان اعزازات سے بھی ہوتی ہے جن سے اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا کو نوازا لیکن وہ اعزاز جس کے سامنے سارے اعزازات ہیچ ہیں۔

حرم کعبہ میں جمعہ کے خطبہ میں امام حرم کا حضرت مولانا کی جبارتوں کا نقل کرنا اور بیت اللہ شریف کی کنجی کا دیا جانا، جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی خاندان کو عطا کیا تھا یہ خاندان عثمان ابن طلحہ کا خاندان ہے اور آج تک اس خاندان کے علاوہ کسی بادشاہ کو بھی باب کعبہ کی کنجی نہیں دی گئی۔ یہ کنجی حضرت مولانا کو دیتے ہوئے شیبی صاحب نے کہا: "انت شیخ العالم وشیخ الحرم ایضا افتح الباب بیدك لتتبرك"

"آپ پوری دنیا کے شیخ اور حرم پاک کے بھی شیخ ہیں، اپنے دست مبارک سے دروازہ کھولئے تاکہ ہم برکت حاصل کریں"

آخر میں حضرت مولانا کے شایان شان اس مصرعہ پر قلم کو آگے چلنے سے روکتا ہوں ؎

میکدۂ حجاز کا ساقی نیک نام ہے

یہ کتاب یہاں سے حاصل کریں۔

- شاہ ولی اللہ اکیڈمی، پھلت، ضلع مظفر نگر (یوپی)
- مکتبہ ندویہ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ (یوپی)
- جامعہ اسلامیہ فلاح دارین، بلاسپور، ضلع مظفر نگر (یوپی)

اعلیٰ، معیاری، عمدہ اور لذیذ مٹھائی کی مشہور دکان

حراء سوئیٹس (بمبئی)

خاص طور پر صبح ناشتہ میں لذیذ حلوہ و پراٹھا اور شام کو نمکین و میٹھے سموسے کے لئے تشریف لائیں اس کے علاوہ مختلف قسم کی دیسی مٹھائیاں ہر وقت کفایتی داموں پر دستیاب ہیں۔

پتہ:-

اندریا اسٹریٹ چوکی محلہ نزد مستان تالاب

ناگپاڑہ بمبئی ۸

TWIN CONSTRUCTIONS

BUILDERS & DEVELOPERS

اعلیٰ تعمیر۔ پرفضا مقام

بہترین جائے وقوع

اعلیٰ معیاری ماحول اور اعلیٰ ذوق کے افراد کے لئے

تین بلڈنگوں پر مشتمل آفسوں اور دوکانوں کے لئے

تشریف لائیں

انٹرنیشنل ایرپورٹ سے قریب جدید طرز اور گلاس لفٹ گیر انائٹ اور جدید انداز پر مشتمل ہے۔ تعمیری کام تیزی سے جاری ہے۔

آ ئیے

اور ٹوان کنسٹرکشن کمپنی کی پیش کش قبول کیجئے

Regd. Office :
Twin Complex Phase I, Office No. 201, Opp. Marol Fire Brigade,
Marol Maroshi Road, Andheri (E), Bombay - 400 059.
Tel. Fax : 850 1150 - 850 3321 - 850 3227

امت اسلامیہ کی خصوصیت و ذمہ داریاں

مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

(تیسری قسط)

مکہ کی جغرافی وسطیت :-

عام جغرافی پہلو سے اگر دیکھا جائے تو اس لحاظ سے بھی مکہ کو اپنے جائے وقوع کے اعتبار سے وسطیت حاصل ہے جغرافیہ کی رو سے مکہ مکرمہ آباد دنیا کے بالکل وسط میں واقع ہے مکہ کے مشرق میں جتنے فاصلہ تک انسانی آبادی ہے، تقریباً اتنے ہی فاصلہ تک مغربی رخ پر آبادی واقع ہے اور جس طرح اس کے شمالی رخ پر آبادی کا رقبہ ملتا ہے تقریباً اتنا ہی جنوب کی جانب پایا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ اس امت کے نبی کی بعثت کے وقت مکہ کے چہار طرف تقریباً ایک ہی طرح کے فاصلوں تک متمدن و ترقی یافتہ علاقے واقع تھے، جس کا غلبہ ساری دنیا میں تسلیم کیا جاتا تھا۔ مشرقی و شمالی جانب جزیرۃ العرب سے نکل کر ایران و خراسان و سندھ و ترکستان تک متمدن اور زور آور اقتدار تھے جس میں ساسانی۔ فارسی شہنشاہیت تھی۔ اور شمالی و مغربی جانب بازنطینی اور رومی شہنشاہیت تھی۔ اور یہ دونوں شہنشاہیتیں اس وقت کی دنیا کی سب سے مؤثر و متمدن شہنشاہیتیں سمجھی جاتی تھیں، مکہ کے مغربی جانب مصر و سوڈان اور اس کے مغربی رخ پر مزید خوشحتیں تھیں اور ان سب مقامات کے چہار طرف واقع متمدن علاقوں کے وسط میں سادہ اور فطری زندگی رکھنے والا شہر مکہ مکرمہ تھا۔ اس کو سارے انسانوں کے لئے ان کے قلب و روح کی ضرورت کو مدد دینے والا مرکز بنایا گیا۔ اس طرح امت وسط کے مرکز عبادت کو بھی وسطیت کا مقام عطا کیا گیا۔ اور یہیں سے مکمل اور تاقیامت انسانی ضرورت کو پورا کرنے والی ہدایت و رہنمائی کا آغاز ہوا۔

دعوت کی عالمیت کا آغاز :-

عالمی دعوت دین و دعوت حق کے اول حاملین کو ۱۳ سال تک اسی شہر مکہ میں ان کے عظیم کام کو عزم و صبر و ہمت کے ساتھ انجام دینے کی مشق کرائی گئی پھر وسیع میدان عمل میں لایا گیا۔ اور اس کے لئے مکہ سے منتقل ہو کر اس کے قریب کے شہر مدینہ کو ان کے کام کا مرکز بنایا گیا اس وقت سے مکہ تمام اہل حق کا مرکز عبادت اور مدینہ رہنمائی و نفاذ عمل کا مرکز بنا۔ مکہ کی بے سہارا اور مظلوم زندگی سے نکل کر مدینہ میں مسلمانوں کو وسائل اور حفاظت کی زندگی حاصل ہوئی۔ اور اس طریقہ سے اسی مرکز عمل سے اپنے مفوضہ کام کو پورے جزیرۃ العرب میں پھیلانے کا موقع حاصل ہوا، پھر مزید وسعت و موقع ملنے پر جزیرۃ العرب کے باہر کے ان حکمرانوں کو بھی پیغام دینے کی صلاحیت حاصل ہوئی جو اپنے ماتحت باشندوں اور قوموں کے حاکم ہوتے کی بنا پر دعوت حق کی راہ میں دیوار بنے ہوئے تھے۔

چنانچہ قبائل عرب کو دعوت دینے کے بعد جن کا تذکرہ آپ کی حیات طیبہ میں عام الوفود میں ملتا ہے۔ آپ نے مشرقی جانب واقع ساسانی شہنشاہیت کے حکمرانوں کو دعوتی خطوط ارسال فرمائے جن کے ذریعہ آپ نے انہیں خدائے واحد کی تابعداری اور انسانوں کی صحیح اخلاقی رہنمائی کی طرف متوجہ فرمایا اور ذمہ داری محسوس کرائی۔ اسی طرح شمالی شہنشاہیت کے شاہ روم کو بھی خط بھیجا، اور اسی طرح یمن و حبشہ کی طرف بھی پیغام دعوت ارسال فرمایا۔ اور اس طرح دنیا کے تمام بااثر علاقوں اور قوموں تک پیغام پہنچانے کی ذمہ داری پوری کی۔ اور مزید آگے کے کام کی ذمہ داری اپنی امت پر چھوڑی جن کو نسلاً بعد نسل اس کام کو انجام دینا تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس پیغام و دعوت کو قبول کرنے یا نہ کرنے، ماننے یا نہ ماننے کی صورت میں دعوت حق کی جو عام ذمہ داری آپ کی عظیم امت پر عائد ہوتی تھی اس کو اولاً آپ کے خلفاء نے پورا کیا۔ اور رب واحد کی عبادت اور احکام الٰہی کی انجام دہی کا پیغام ساری دنیا کی قوموں اور تمام صاحب بصیرت حلقوں تک پہونچایا۔ دعوت حق کو عالمی سطح پر پہونچانے کا کام جو آپ کے ذریعہ انجام پایا وہ آپ کی حیات طیبہ کے آخری دس سال تھے۔ اس مدت کے اندر پورے جزیرۃ العرب میں حق پھیل گیا تھا۔ آپ نے جزیرۃ العرب کے باہر کے حکمرانوں کو بھی دعوت قبول حق دی جس سے ان کے ملکوں تک حق کا پیغام پہونچا اور دعوت اسلام دور دور تک پہونچی، آپ نے دین حق کو پہونچانے کے لئے طاقت کا استعمال یا جنگ کو اسی وقت ضروری قرار دیا جب دشمن سے مقابلہ کی پرامن تدابیر ناکام ہو جاتی ہوں اور طاقت کا استعمال اصول کے مطابق صرف بقدر ضرورت کیا اسی لئے آپ کی جنگوں میں مقتولین کی تعداد حیرت انگیز طریقے سے کم ہوئی۔

تبلیغ و دعوت میں جبر و اکراہ نہیں :-

دین حق کے پیغام کے پہونچانے میں آپ نے جبر و اکراہ کی اجازت نہیں دی صرف پیغام حق پہونچانے کی راہ میں رکاوٹ ڈالنے والوں کے مقابلہ میں ضرورت پڑنے پر ہی طاقت کے استعمال کی تلقین کی اور اس کو جہاد قرار دیا۔ اور حکم دیا کہ اس میں اپنے نفس کی خواہش یا کسی دنیاوی منفعت کو سبب نہ بننے دینا چاہیئے۔ ورنہ جہاد کی حقیقت حاصل نہ ہوگی جہاد صرف اللہ کے حکم کی تعمیل میں یا اپنے جائز دفاع میں ہی صحیح قرار دیا۔ اس طریقہ اور اصول پر آپ کی حیات طیبہ کے بعد آپ کے خلفاء نے عمل کیا جس کے نتیجہ میں ایران و روم، مصر و سوڈان، وحبشہ۔ اور دوسرے علاقے بالآخر اس پیغام حق کے سامنے سرنگوں ہوگئے اور اسلام کی دعوت و توحید و اطاعت کو کھلے دل سے سمجھنے کے بعد اردگرد کے سارے علاقوں کے باشندے بخوشی۔ اور بطمانیت قلب اس کے سایہ میں آگئے۔ اور آپ کے بعد پچاس سال بھی نہیں گزرے تھے کہ دنیا کا سارا متمدن و باشعور علاقہ اسلام کے عقیدہ و دین کا تابعدار بن چکا تھا۔ اگر چہ اس سلسلہ میں مخالفین سے کئی جنگیں کرنی پڑیں۔ لیکن یہ جنگیں زور زبردستی دکھانے اور اپنے قبضہ کو پھیلانے کے جذبہ سے خالی تھیں، ان کا صرف یہ جذبہ تھا کہ حق کے پیغام کو پہونچانے میں جو رکاوٹ پیدا کرے اور مقابلہ پر آئے اس سے طاقت آزمائی کی جائے۔ اسی طرح اسلام پر عمل کرنے والوں پر ظلم و تعدی کیا جا رہا ہو تو اس کو دور کرنے کے لئے حسب ضرورت طاقت کا استعمال کیا جائے اور جس کا حکم قرآن میں اس طرح آیا ہے کہ "مَالَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ" (سورۂ نساء - ۷۵) ترجمہ:- تم کیوں نہیں اللہ کے راستہ میں جنگ کرتے جبکہ وہ مرد عورتیں اور لڑکے جنھیں کمزور سمجھ کر دبا رکھا گیا ہے۔ کہہ رہے ہیں اے ہمارے پروردگار ہم کو اس بستی سے نکال جس کے رہنے والے ظلم و زیادتی کرنے والے ہیں اور ہمارے لئے خاص اپنی طرف سے ہمدرد اور ساتھی بنا اور ہمارے لئے خاص اپنی طرف سے مددگار بنا۔

ان کوششوں کا اصل مقصد صرف یہ تھا کہ اللہ کا بھیجا ہوا مکمل ضابطۂ حیات اور احکام شریعت لوگوں تک پہونچایا جاسکے، تاکہ حجت پوری کی جاسکے۔ اور امت وسط اپنی ذمہ داری پوری کر سکے۔ اور قیامت کے روز گواہی دے سکے کہ سب قوموں پر حجت پوری کی جا چکی تھی اور سارے انسانوں کے لئے دین حق کو جاننے اور سمجھنے کا وسیلہ مہیا کیا جا چکا تھا۔ اور اب وہ یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہم کو دین حق جاننے کا موقع فراہم نہیں ہوا تھا۔ دین حق کو ہر طرف پہونچانے کے ذرائع اس امت کے رہنماؤں نے ہر طرح کے راستے اختیار کئے۔ تعلیم کے راستہ سے، نصیحت و تربیت کے راستہ سے اپنی پاکیزہ زندگیوں کے نمونے سامنے لاکر اور دین حق کے جاننے کا ماحول مہیا کر کے اور آخر میں مزاحمت کرنے والوں کے لئے طاقت استعمال کرنے والوں سے اسی طاقت اور مزاحمت کے ساتھ نبرد آزمائی کر کے دین حق پر عمل کرنے والوں کے راستہ میں رکاوٹ پیدا کرنے والوں کو روکا جاسکے۔ اور حق کی بات سننے کی راہ ہموار کی جاسکے۔

راہ دعوت میں دشواریوں کا مقابلہ اور صبر و ہمت

اس سلسلہ میں امت مسلمہ کے افراد نے ضرورت کے مطابق اپنی ذمہ داری پوری کی، جس کے راستہ میں ان کو سخت مزاحمتیں بھی پیش آئیں اور مکر و فریب کے حملوں سے بھی سابقہ پڑا، اور ظلم و دھاندلی کا بھی سامنا ہوا جس کے واقعات پوری تاریخ اسلامی میں پھیلے ہوئے ہیں اور خاص طور پر یہود و نصاریٰ کے حلقوں سے کئے جاتے رہے ہیں۔ اس سلسلہ میں امت مسلمہ کو نقصانات بھی ہوئے اور مخالفانہ کوششوں اور سازشوں سے بہت سے ہدایت یافتہ انسان راستہ سے بھٹکے بھی۔ اور اس وقت بھی یہ صورت حال دنیا کے مختلف علاقوں میں جاری ہے۔ لیکن دین حق کے پہونچانے کا کام کرنے والے بھی صبر و ہمت سے اپنا فریضہ انجام دے رہے ہیں اور ان کو کامیابیاں بھی حاصل ہوتی رہتی ہیں۔ (جاری)

جدید فیشن اور اعلیٰ ڈیزائن اور کندن کے زیورات کا واحد مرکز

حاجی صفی اللہ اینڈ سنس جیولرس

قائم شدہ ۱۹۴۰ء

ممتاز ڈگری کالج کے پیچھے جوتے والی گلی، امین آباد لکھنؤ

برانچ :- نگینہ مارکیٹ، جموکشمیر بینک کے سامنے اکبری گیٹ لکھنؤ

فون امین آباد : 213736 رہائش فون: 260177

- اکبری گیٹ: 260845 - -

251514 — 265536

شعراء کرام اور فلسفۂ موت و حیات

عطاء الرحمن صدیقی ندوی (دوحہ وقطر)

"مَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ إِنَّ اللّٰهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ" (سورہ لقمان ۳۴)

کوئی نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کمائے گا اور کوئی نہیں جانتا کہ اسے موت کس سرزمین پر آئے گی، یقیناً اللہ ہی علیم و خبیر ہے۔

ہے وائے نادانی کہ وقت مرگ یہ ثابت ہوا
خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا

جیتے جاگتے انسان کی موت کا معاملہ بھی بڑا عجیب و غریب ہے، دنیا کی سب سے بڑی حقیقت اور یقینی چیز موت ہے لیکن اس کے باوجود جب کسی کی موت کی اطلاع ملتی ہے تو خدا جانے کیوں بے یقینی کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے، ایسا شاید اس لئے ہے کہ انسان مرنا نہیں چاہتا۔!!! حالانکہ قرآن کریم نے بڑے دلنشیں انداز میں اسی کلیہ کو بیان کیا ہے: "كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ" ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے اور "كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ" ہر چیز کو فنا کے گھاٹ اترنا ہے ..... غالب نے بھی اس کی ترجمانی کی ہے ؎

موت کا ایک دن معیّن ہے
نیند کیوں رات بھر نہیں آتی

یہ روز معیّن کب کہاں اور کیسے آئے گا اس کا علم انسان کو نہیں دیا گیا بہت مشہور شعر ہے ؎

آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں
سامان سو برس کا ہے پل کی خبر نہیں

اور خبر کا نہ ہونا اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے تاکہ انسان دنیا اور زندگی کی نعمتوں سے لطف اندوز ہو سکے اور دنیا کی رنگینی و خوبصورتی و بوقلمونی قائم و برقرار رہے، شعراء کرام زندگی کی لطافتوں کے ترجمان ہوتے ہیں اس کی نزاکتوں کو نہایت دقت کے ساتھ محسوس کرتے ہیں اور دوسروں کو زندگی گذارنے کا حوصلہ بھی بخشتے ہیں دیکھیں موت کے سلسلہ میں شعراء کا کیا احساس ہے اور ان کا وجدان کیا کہتا ہے۔

اردو شاعری میں جس طرح زندگی اپنی تمامتر رعنائیوں کے ساتھ جلوہ گر ہے اسی طرح شعراء نے زندگی کے اختتام کو بھی بڑی عمدگی اور مہارت کے ساتھ برتا ہے اور موت کی بھیانک حقیقت کو بھی بڑے لطیف پیرائے میں پیش کیا ہے، میر صاحب فرماتے ہیں ؎

زندگی اک سراب کی سی ہے
ہستی اپنی حباب کی سی ہے

آدمی کی ہستی حباب اور زندگی یعنی دنیا یقیناً سراب ہے اسی حقیقت کو مزید وضاحت کے ساتھ یوں بیان کیا ہے ؎

کیا بھروسہ ہے زندگانی کا
آدمی بلبلہ ہے پانی کا

ہستی کی ناپائیداری کو کس خوبصورتی نزاکت، نفاست اور سادگی کے ساتھ بیان کیا ہے، یہ ہے عرصۂ حیات کی حقیقی تشبیہ اور موت و حیات کی شاعرانہ توجیہہ، یہ موضوع میر کے لہجہ اور مزاج کا خاص ترجمان ہے اسی لئے معانی کی دقت اور نزاکت بیان بڑھتی ہی جاتی ہے فرماتے ہیں ؎

کہا میں نے کتنا ہے گل کا ثبات
کلی نے یہ سن کر تبسم کیا

حباب، سراب کلی اور پھول سے انسان اور انسان کے عرصۂ حیات کی تشبیہہ اتنی معنی خیز ہے کہ موت بھی خوبصورت بن جاتی ہے، موت کا ذکر انسان کو غافل نہیں ہونے دیتا حدیث شریف میں ہے :-

"اذکروا ھاذم اللذات"
لذتوں کو تباہ کر دینے والی چیز موت کو کثرت سے یاد کیا کرو"

میر تقی میر نے اس حدیث کو شعوری یا غیر شعوری طور پر خوب نبھایا ہے اور انداز بیان کی تبدیلی و فرق کے ساتھ بار بار بیان کیا ہے ؎

ملک میر جگر سوختہ کی جلد خبر لے
کیا یار بھروسہ ہے چراغ سحری کا

اردو کے اکثر شعراء نے موت کی حقیقت کو شعری قالب عطا کیا ہے غالب کہتے ہیں ؎

نظر میں ہے ہماری جادۂ راہ فنا غالب
کہ یہ شیرازہ ہے عالم کے اجزائے پریشاں کا

اور زیادہ لطیف انداز اختیار کرتے ہوئے یوں گویا ہیں ؎

نغمہائے غم کو بھی اے دل غنیمت جانئے
بے صدا ہو جائے گا یہ ساز ہستی ایک دن

دل کو ساز اور سانس کو آواز و نغمہ قرار دے کر ساز کے بے صدا ہو جانے کا تصور انسان کی بے ثباتی کے اظہار کا لطیف ترین پیرایہ بیان ہے اور یہ حسن بیان اور لطافت خیال غالب ہی کا حصہ ہے۔

موت چونکہ اختتام حیات کا نام ہے اس لئے موت کا ذکر لازماً حیات کے حوالے ہی ہوگا اسی لئے عام طور پر شعراء موت و حیات کا ذکر ایک

ساتھ ہی کرتے ہیں، سودا کہتے ہیں ؎

لائی حیات آئے قضا لے چلی چلے
اپنی خوشی سے آئے نا اپنی خوشی چلے

پنڈت برج نرائن چکبست موت و حیات کا فلسفہ خالص تکنیکی انداز میں پیش کرتے ہیں ؎

زندگی کیا ہے عناصر میں ظہور ترتیب
موت کیا ہے انھیں اجزا کا پریشاں ہونا

آب، آگ، خاک، ہوا، ان عناصر اربعہ کا ایک خاص انداز سے ظہور زندگی اور ان عناصر کے بکھر جانے کا نام موت ہے لیکن زندگی اور موت کا یہ تصور بہت محدود، ناقص اور بے معنی ہے صرف عناصر اربعہ کی ترتیب و تشکیل کا نام زندگی اور بکھر جانے کا نام موت نہیں بلکہ انسان اس کائنات کا تکمیلی جزء ہے، میر تقی میر فلسفۂ حیات و ممات پر یوں گوہر فشاں ہیں ؎

لے سانس بھی یاں آہستہ کہ نازک ہے بہت کام
آفاق کی اس کارگہ شیشہ گری کا

اور ؎

آفاق کی منزل سے گیا کون سلامت؟
اسباب لٹا راہ میں یاں ہر سفری کا

غالب کہتے ہیں ؎

رو میں ہے رخشِ عمر کہاں دیکھئے تھمے
نے ہاتھ باگ پر ہے نہ پا ہے رکاب میں

شاد عظیم آبادی انسان کی داستانِ حیات کچھ یوں بیان کرتے ہیں ؎

سنی حکایت ہستی تو درمیاں سے سنی
نہ ابتدا کی خبر ہے نہ انتہا معلوم

موت ایک استعارہ ہے اختتام زندگی کا۔ دنیا کی بے ثباتی کا۔ انسانوں کی انسانوں سے بے وفائی کا، موت حاصل حیات بھی ہے حاصل کائنات بھی، موت فکر بھی ہے فلسفہ بھی، عمل بھی ہے اور مکافات عمل بھی، عبرت بھی ہے نصیحت نے نمودا۔

بھی، موت زندگی کا نقطۂ اختتام بھی ہے اور آغاز بھی۔ زندگی کی قدر بھی موت سے وابستہ ہے اور زندگی کا لطف بھی، غالب نے انسانی نفسیات کے حوالہ سے اس حقیقت کو بڑے لطیف انداز میں پیش کیا ہے ؎

ہوس کو ہے نشاطِ کار کیا کیا
نہ ہو مرنا تو جینے کا مزا کیا

دراصل انسان نے دنیا کو عیش و سرمستی کا گہوارہ قرار دے کر دھوکا کھایا ہے" بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست" کا نظریہ ہر آن ہر لمحہ غلط ثابت ہوتا رہتا ہے موت دراصل "عہد الست" کی تجدید کا عنوان ہے، زندہ انسانوں کے لئے موت تازیانۂ عبرت ہے، میر صاحب فرماتے ہیں ؎

کل پاؤں ایک کاسۂ سر پر جو آ گیا
یکسر وہ استخوان شکستوں سے چور تھا
کہنے لگا کہ دیکھ کے چل راہ بے خبر
میں بھی کبھو کسی کا سر پر غرور تھا

زندگی عروج کی طرف نہیں ہر آن زوال کی طرف گامزن ہے مولانا حاتم عثمانی نے بڑی خوبصورت ترجمانی کی ہے ؎

عمر جتنی بڑھتی ہے اتنی گھٹتی جاتی ہے
سانس جو بھی آتا ہے لاش بن کے جاتا ہے

خواجہ مجذوب نے بھی کیا خوب تشبیہ دی ہے ؎

عمر ہوئی ہے خال برف کم
رفتہ رفتہ دھیرے دھیرے دم بدم

زندگی فرصت عمل کا قلیل وقفہ ہے اسی لئے دنیا کو کارگہِ حیات کہا گیا ہے قرآن نے بھی دنیا کو دار العمل قرار دیا ہے حدیث نبوی کی تعبیر بھی بڑی لطیف ہے۔ "الدنیا مزرعۃ الآخرۃ" "دنیا آخرت کی کھیتی ہے، لیکن انسان نے دنیا کو دنیا کی کھیتی بنا کر آخرت کو پس پشت ڈال دیا ہے اور موت کو بالکل فراموش کر بیٹھا ہے اسی کا نتیجہ ہے کہ بڑی بڑی آرزوئیں، لمبے لمبے پروگرام، زبردست پلاننگ، خواہشیں اور تمنائیں انسانی زندگی کا محور بن گئیں انسان خواہشوں، حسرتوں، تمناؤں، ارمانوں اور مال و متاع کے جال میں ایسا الجھا کہ زندگی کی سب سے سنگین حقیقت موت کو فراموش کر بیٹھا، ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین پر کچھ خطوط کھینچ کر دنیاوی زندگی، انسانی خواہشات اور موت کی تشریح فرمائی کہ انسانی زندگی محدود اور اس کی خواہشات لامحدود ہیں، دنیا کی بے ثباتی انسانی آرزوئیں تمنائیں اور حسرتیں اردو شاعری کا مستقل موضوع ہے اور شعراء نے بڑے مؤثر انداز میں اس کی ترجمانی کی ہے غالب کہتے ہیں ؎

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے
بہت نکلے میرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے

کیفی اعظمی نے اسی تصور کو مزید وسعت دی ہے ؎

انسان کی خواہشوں کی کوئی حد نہیں جناب
دو گز زمیں بھی چاہئے دو گز کفن کے بعد

مرنے کے بعد ہی دو گز کفن اور دو گز زمین کا مطالبہ بڑا عبرت خیز ہے حدیث شریف میں آتا ہے۔

"لن یملأ جوف ابن آدم إلا التراب"

صرف قبر کی مٹی ہی انسان کا پیٹ بھر سکتی ہے، انھیں بے لگام خواہشات کا نتیجہ ہے کہ انسان مرنا نہیں چاہتا، خواہشات کی کوئی انتہا نہیں اس لئے دنیا جتنی مل جائے پھر بھی انسان دنیا کا رونا روتا رہتا ہے موت کے پس منظر میں شعراء نے اس مضمون کو بھی خوب باندھا ہے، شیفتہ کہتے ہیں ؎

آرام سے ہے کون جہانِ خراب میں
گل سینہ چاک اور صبا اضطراب میں

بہادر شاہ ظفر نے بھی فرمایا تھا۔

عمر دراز مانگ کے لائے تھے چار دن
دو آرزو میں کٹ گئے دو انتظار میں

حالانکہ نبی کریم کا ارشاد گرامی ہے "کن فی الدنیا کانک غریب او عابر سبیل"، ابن عمرؓ اس حدیث کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ نبی کریم نے میرے دونوں شانوں کو پکڑ کر فرمایا کہ دنیا میں اجنبی کی طرح رہو یا مسافر کی طرح چنانچہ خود حضرت ابن عمرؓ کا ارشاد ہے "اگر شام ہو جائے تو صبح کا انتظار مت کرو اور صبح ہو جائے تو شام کا بھروسہ نہ رکھو ؎

صبح ہوتی ہے شام ہوتی ہے
عمر یوں ہی تمام ہوتی ہے

اس حدیث کے پس منظر میں حضرت مجذوب فرماتے ہیں ؎

دنیا میں ہوں دنیا کا طلبگار نہیں ہوں
بازار سے گذرا ہوں خریدار نہیں ہوں

شعراء فطرت کے اداشناس ہوتے ہیں اور انسانی نفسیات کے نباض بھی۔ چنانچہ شعراء نے انسان دنیا اور موت کے حوالے سے بڑے مؤثر، لطیف، خوبصورت اور دلچسپ انداز میں انسانی نفسیات کے نشیب و فراز کی ترجمانی کی ہے، کائنات، انسان، حیات اور موت ایک دائرہ ہے جس کا محور انسان ہے، انسان اس دنیا میں کسی پچھلے جنم کی سزا بھگتنے کے لئے نہیں بھیجا گیا ہے بلکہ حیات و کائنات کو سجانے اور سنوارنے کے لئے خلیفۃ اللہ بنا کر مبعوث کیا گیا ہے اسی لئے زندگی محض لہو و لعب کا نام نہیں بلکہ زندگی ایک ذمہ داری ایک فریضہ ہے ؎

زندگی آمد برائے بندگی
زندگی بے بندگی شرمندگی

زندگی بندگی سے عبارت ہے بندگی اس عظیم ہستی کی جو انسان کائنات اور حیات و موت کی خالق ہے اسی لئے انسان کو زندگی گذارنے کے اصول و ضوابط بھی بتائے گئے، اور عقل و شعور کی نعمت سے بھی سرفراز کیا گیا، دائرۂ کار بھی بخشا گیا اور انجام کار کا تصور بھی، اعمال کی آزادی بھی اور اعمال پر مؤاخذہ بھی ارشاد ربانی ہے۔

یَا أَیُّهَا النَّاسُ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَیَاةُ الدُّنْیَا وَلَا یَغُرَّنَّكُمْ بِاللَّهِ الْغَرُورُ (سورہ فاطر)

اے لوگو! اللہ کا وعدہ سچا ہے، دنیاوی زندگی تمہیں ہرگز دھوکہ میں نہ ڈالے اور دھوکے باز شیطان تمہیں اللہ تعالیٰ سے غافل نہ کر دے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے بار بار تنبیہ فرمائی ہے۔

"كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ وَإِنَّمَا تُوَفَّوْنَ أُجُورَكُمْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ وَمَا الْحَیَاةُ الدُّنْیَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ" (سورہ آل عمران ۱۸۵)

ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے قیامت کے دن تمہیں پورا پورا بدلہ دیدیا جائے گا۔ جو آگ سے بچ گیا اور جنت میں داخل ہو گیا وہ کامیاب ہو گیا اور دنیاوی زندگی تو محض دھوکے کا سامان ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو کائنات کا ذمہ دار قرار دیدیا ہے کائنات کو صحیح رخ صحیح ڈھنگ اور صحیح راہ پہ چلانا انسان کی ذمہ داری ہے مرنے کے بعد جس کی جوابدہی ہوگی، اسی لئے تو ہمارے نزدیک موت تجدید حیات کا نام ہے، موت انقلاب حیات ہے موت فنا حیات نہیں بقاء دوام کا پروانہ ہے" مرزا مظہر جانِ جاناں" فرماتے ہیں ؎

لوگ کہتے ہیں مر گیا مظہر
سچ تو یہ ہے کہ گھر گیا مظہر

آیات و احادیث کی روشنی میں ہمارے شعراء نے حیات بعد الممات کے عقیدہ کو بھی اپنے اپنے رنگ میں بڑے لطیف انداز میں پیش کیا ہے، فانی بدایونی کہتے ہیں ؎

مر کے ٹوٹا ہے کہیں سلسلۂ قید حیات
مگر اتنا ہے کہ زنجیر بدل جاتی ہے

اور میر تقی میر نے کیا عمدہ ترجمانی کی ہے ؎

موت اک ماندگی کا وقفہ ہے
یعنی آگے چلیں گے دم لے کر

جب تک قیامت قائم نہیں ہو جاتی اور دنیا کی عمر پوری نہیں ہو جاتی موت و حیات کا یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ نظیر اکبر آبادی نے موت کو مرکزی خیال بنا کر انسان کی دنیا سے محبت حرص و ہوس اور دنیا کی بے ثباتی پر سادہ اور عام فہم انداز میں بڑی مؤثر نظم کہی ہے ؎

فراق اجل کا لوٹے ہے دن رات بنجارہ
سب ٹھاٹھ پڑا رہ جائے گا جب لاد چلے گا بنجارہ

کون جانے کب کس کی عمر کا حساب پورا ہو جائے، انشاء مرحوم نے فرمایا تھا ؎

بھلا گردش فلک کو چین دیتی ہے کسے انشاء
غنیمت ہے کہ ہم صورت یہاں دو چار بیٹھے ہیں

زندگی فرصت عمل کا قلیل وقفہ ہے اور دانشمند وہ ہے جو اس قلیل عرصہ کو زیادہ سے زیادہ کامیاب بنا لے جائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

"الکیس من دان نفسہ وعمل لما بعد الموت، والعاجز من اتبع نفسہ ھواھا وتمنی علی اللہ الامانی"

دانشمند ہے جو شخص اپنے نفس پر گرفت رکھے اور موت کے بعد کے لئے عمل کرتا رہے اور وہ شخص کم عقل ہے جو اپنے نفس کی خواہشات کی پیروی کرتا رہے اور اللہ تعالیٰ سے بڑی بڑی امیدیں وابستہ

کئے رہے۔"

ہمیں نہ اپنی زندگی کی تاریک راہوں کو جگمگانے کے لئے بلکہ اپنی دانشوری کے ثبوت کے لئے ہر وقت اسی حدیث نبوی کو چراغ راہ بنا کر رکھنے کی ضرورت ہے کیونکہ ؎

موت سے کس کو رستگاری ہے
آج وہ کل ہماری باری ہے

انشاء مرحوم نے اسی حقیقت کو کیا عمدہ شعری قالب عطا کیا ہے ؎

کمر باندھے ہوئے چلنے کو یاں سب یار بیٹھے ہیں
بہت آگے گئے باقی جو ہیں تیار بیٹھے ہیں

اسی مفہوم کو ندوۃ العلماء کے سابق شیخ الحدیث مولانا شاہ نعیم عطاء علیہ الرحمہ نے اپنے اس شعر میں بڑے خوبصورت انداز میں ادا کیا ہے۔ فرماتے ہیں ؎

عدم کے رہنے والو آنے والے ہیں وہیں ہم بھی
ہمارا راستہ منزل بمنزل دیکھتے جاؤ

سچ ہے۔ کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ وَّ یَبْقٰی وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ" (سورۂ رحمٰن)

کائنات کی ہر چیز فنا کے گھاٹ اترے گی باقی رہنے والی ذات صرف رب ذوالجلال کی ہے۔

—— رہے نام اللہ کا۔ ——

عمدہ کاغذ، رعایتی قیمت، بہترین سائز
حرمین
اردو کاپی
NOTE BOOK
ملنے کا پتہ:
مکتبہ الحرمین مسجد مرکز والی ڈاکٹر بی این ورما روڈ امین آباد لکھنؤ۔
مذکورہ بالا پتے سے تعمیر حیات جاری کرا کے رسید حاصل کر سکتے ہیں۔ صبح ۹ بجے سے رات ۸ بجے تک
فون نمبر: ۲۱۷۹۵۶

(بقیہ) مطالعہ کی میز پر

ہیضہ کی حالت میں منھ مانگی موت، وغیرہ مقالات کے عنوانات ہیں۔

کتاب کا مطالعہ کیجئے اور مرزا غلام احمد کا اصل چہرہ اور اس کی پوری سیرت ملاحظہ کیجئے۔ تو اس کا دشمن اسلام ہونا روز روشن کی طرح عیاں ہو جائے گا۔

رسید کتب

نام کتاب: اسلام حقیقت کے آئینے میں
مؤلف: انجم صدیقی، قیمت ۵/- روپئے۔
ملنے کا پتہ: گلستان ادب ہمیں پور پھول پور اعظم گڑھ (یو۔پی) مؤلف نے اسلامیات کے موضوع پر ہند اور بیرون ہند کے ممتاز اور مشہور اہل قلم اور علماء کی کتابوں سے منتخب اور مختصر نوٹس ایک کتاب میں جمع کرنے کی بہتر اور مفید کوشش کی ہے۔

دہلی میں آرام دہ قیام کے لئے بس ایک ہی نام
فون: 3261619 3369586 3278973
ہوٹل سلام
— دہلی کے مشہور بارونق علاقہ میں واقع نئی بلڈنگ؛
— جدید طرز پر بنے آرام دہ کشادہ کمرے؛
— جزوی ایر کنڈیشنڈ؛
— ہر کمرے سے ملحق باتھ روم، ٹھنڈا گرم پانی فوراً میسر؛
— ہر کمرے میں ٹیلی فون، بجلی نہ ہونے پر جنریٹر کا انتظام؛
— ہر کمرے میں قرآن مجید اور جائے نماز کا انتظام؛
— رمضان مبارک میں تراویح اور سحری کا انتظام؛
— پردہ نشین خواتین کے لئے علیحدہ مخصوص کمرے دستیاب؛
— ناشتہ اور کھانے کا عمدہ انتظام۔
— ڈورمٹری میں کم قیمت پر آرام دہ بستر دستیاب۔
مناسب داموں پر عمدہ سروس ہمارا نصب العین
منیجر: "ہوٹل سلام" ۸۹۹ جامع مسجد دہلی ۱۱۰۰۰۶
گھر سے دور آرام دہ قیام | ایک ہی نام | "ہوٹل سلام"

ماہ محرم

تحریر:- ڈاکٹر ہارون رشید صدیقی

محرم ہجری مہینہ کا پہلا مہینہ ہے، اس کے آتے ہی دین سے تعلق رکھنے والے اصحاب علم کے ذہنوں میں ہجرت کا واقعہ اور اس کی تاریخ تازہ ہو جاتی ہے، کیا عجیب وقت تھا کفار مکہ نے اللہ کے آخری اور محبوب رسول ﷺ کی آرامگاہ کو بری نیت سے گھیر لیا تھا، لیکن ہوتا تو وہی ہے جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے، آپ بحکم خداوندی اپنے بستر مبارک پر حضرت علیؓ کو لٹا کر باہر نکل آتے ہیں، بدنیتوں کو کچھ نہیں سوجھتا حضرت صدیق اکبرؓ کے گھر پہنچ کر اور ان کو ساتھ لے کر غار ثور پہنچ جاتے ہیں وہاں اپنے یار غار کے ساتھ رات گزار کر صبح کو مدینہ طیبہ کو روانہ ہوتے ہیں، گھر سے نکلنے سے مدینہ منورہ پہنچنے تک قدم قدم پر معجزات کا ظہور ہوتا ہے، مدینہ میں قیام فرماتے ہیں اور وہیں سے اسلام چار دانگ عالم میں پھیلنا شروع ہو جاتا ہے۔

شب ہجرت کی صبح کو کفار قریش گھر میں داخل ہوتے ہیں اور حضرت (ﷺ) کے بستر مبارک پر حضرت علیؓ کو پا کر حیران رہ جاتے ہیں، اور بڑبڑاتے ہاتھ ملتے واپس ہوتے ہیں۔ حضرت علیؓ بھی اپنی ذمہ داریاں پوری کر کے مدینہ طیبہ پہنچ گئے اور حضور ﷺ کی معیت و رہنمائی میں اشاعت اسلام میں لگ گئے۔

محرم کا مہینہ ہجری کلینڈر کا تو پہلا مہینہ بنا مگر یہ اور بعض دوسرے ہجری مہینے، عربوں میں پہلے سے موجود تھے۔ ان میں سے محرم، رجب، ذیقعدہ اور ذی الحجہ بڑے احترام کے مہینے تھے، ان میں عرب لڑائیاں بند کر دیتے تھے، چنانچہ محرم کو محرم الحرام یعنی احترام والا محرم کہا جاتا تھا۔ اسلام نے بھی ان مہینوں کا احترام تسلیم کیا اور اسے باقی رکھا۔

نبی اکرم ﷺ جب ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو دیکھا کہ ۱۰ محرم کو یہود روزہ رکھتے ہیں، دریافت کرنے پر یہودیوں نے بتایا کہ اس روز حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے مظالم سے نجات ملی تھی اور فرعون ڈبا دیا گا تھا، اس کے شکریہ میں وہ روزہ رکھتے ہیں۔ ہمارے حضور ﷺ نے فرمایا کہ ہم یہود سے زیادہ مستحق ہیں کہ اس روز روزہ رکھیں، چنانچہ آپؐ نے خود روزہ رکھا اور صحابہ کرام نے بھی روزہ رکھا، حتیٰ کہ صحابہ کرامؓ کے بچوں نے بھی روزہ رکھا اور اس روز کا روزہ مسنون ہوا۔ پھر آپ ﷺ نے ایک موقع پر فرمایا کہ اگر میں زندہ رہا تو آئندہ ۱۰ محرم کے ساتھ ایک روزہ ملا کر روزہ رکھوں گا تاکہ یہود کے روزہ سے فرق ہو جائے۔ آپ کے اس ارادہ پر آئندہ سے ۱۰ محرم کے ساتھ ایک روز ملا کر روزہ رکھنے کا معمول ہو گیا اور بعض علماء کی رائے ہوئی کہ پہلے یا بعد میں ایک روز ملائے بغیر ۱۰ محرم کا روزہ مکروہ ہے۔ لیکن بعض محققین کا کہنا ہے کہ چونکہ ایک روزہ اس وقت کے یہود کے روزہ سے فرق کرنے کیلئے ملایا گیا تھا اور اب دنیا کے یہود ۱۰ محرم کا روزہ نہیں رکھتے ہیں اس لئے اب صرف دس محرم کا روزہ مکروہ نہیں رہا۔

بعض روایات سے عشرہ محرم کی فضیلت ثابت ہے لہٰذا بعض صلحاء کا ان دس دنوں میں زائد عبادت کا اور روزوں کا اہتمام رہا ہے۔

لیکن ۶۱ھ کے محرم میں اس امت کو ہلا دینے والا ایک عجیب سانحہ پیش آیا وہ ہے سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا سانحہ، نواسۂ رسول، جگر گوشۂ بتول سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت سے ہم سبق لینا چاہئے، ان کے اس سانحہ سے ہم کو یہ تعلیم ملتی ہے کہ ہم حق پر جمے رہیں چاہے ہماری جان چلی جائے۔ چاہئے کہ جب بھی ان کا ذکر آئے محبت و احترام کے ساتھ آئے اور اللہ تعالیٰ توفیق دے تو بھوکوں کو کھانا کھلا کر، جہاں پانی ملنے کی دشواری ہو وہاں ہینڈ پائپ وغیرہ سے پانی کا انتظام کر کے، ضرورت مندوں کی ضرورتیں پوری کر کے، دینی تعلیم کا انتظام کر کے اس کا ثواب سیدنا حضرت حسین و حسن و علی و عثمان و عمر و ابو بکر رضی اللہ عنہم نیز جمیع صحابہ کرام بلکہ جمیع مسلمین و مسلمات، مؤمنین و مؤمنات کی روحوں کو بخشتے رہا کریں۔

لیکن افسوس صد افسوس جہان شیطان نے یزیدیوں کو اس بیجا قتل کے گناہ عظیم میں مبتلا کیا وہیں اس نے کتنے حسینیوں کو تعزیہ داری و عزاداری جیسے گناہوں میں لا پھنسایا، اگر کوئی شخص صرف کربلا کا نقشہ تیار کرتا ہے اور اس کو احترام کے ساتھ محفوظ رکھتا ہے، اس کی زیارت کرتا ہے تو بدعت کرتا ہے اور بدعت خود ایک بڑا گناہ ہے اور ہمارے حضور ﷺ کے حکم کے مطابق ہر بدعت گمراہی ہے۔ "کل بدعة ضلالة" اس کے بدعت ہونے میں سبھی علماء کا اتفاق ہے یہاں تک کہ بریلوی علماء نے بھی اس کو بدعت کہا ہے بلکہ بدعت سیئہ (بری بدعت) کہا ہے اور اسے ترک کا حکم دیا ہے۔ ملاحظہ ہو:

مروجہ تعزیہ داری ناجائز ہے، یہ پیک بننا

بنانا یہ بھی، پیک بنانے والا اگر توبہ نہ کرے تو اس کے پیچھے نماز سے احترام لازم ہے۔ واللہ اعلم۔
(فقیر مصطفیٰ رضا غفرلہ)

تعزیہ بنانا گناہ ہے، تعزیہ میں قرآن عظیم رکھنا چاہے قبر پر رکھے یا ویسے ہی ہرگز نہیں چاہئے۔ (فقیر مصطفیٰ رضا غفرلہ)

رسالہ تعزیہ داری اعلیٰ حضرت ص ۲۲۶ پر تعزیہ داری کو بدعت سیئہ لکھا گیا ہے۔ مولانا بدرالدین قادری کی کتاب تعمیر ادب حصہ ۵ ص ۱۰۷ پر یوں درج ہے:

"محرم کے مہینہ میں بہت سے جاہل مسلمان سرکار امام حسین رضی اللہ عنہ کے نام کا تعزیہ بناتے ہیں جس میں چھوٹی چھوٹی دو قبریں ہوتی ہیں وہ لوگ نویں محرم کی رات میں اور دسویں محرم کے دن میں ڈھول اور تاشے بجاتے ہوئے گلی کوچہ میں اس تعزیہ کا گشت کراتے ہیں لیکن چونکہ یہ سب کام شرع کے نزدیک ناجائز ہیں، ان باتوں سے سرکار امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کی مقدس روح کو تکلیف ہوتی ہے اس لئے تم لوگ ان خرافات سے دور رہنا۔"

لیکن اب تو حاجت براری کے لئے تعزیہ رکھنے کی نذریں مانی جاتی ہیں، تعزیہ کے گرد روشنی کی جاتی ہے، خوشبو سلگائی جاتی ہے، اس کو سلام کیا جاتا ہے، اس کے سامنے جھکا جاتا ہے اس کے سامنے چڑھاوا چڑھایا جاتا ہے۔ اس کے لئے باجا بجایا جاتا ہے۔ یہ باتیں تو شرک تک پہنچا رہی ہیں، ہر وہ شخص جو ہمارے حضور ﷺ پر ایمان رکھتا ہے اس کو تعزیہ داری سے بچنا چاہئے۔

تعزیہ یا تعزیہ داری کہتے ہی اس کے وسیع معنی کو لوگ سمجھ لیتے ہیں وضاحت و تعارف کی ضرورت نہیں رہ جاتی، لیکن تعزیہ کے اصل معنی کی طرف شاید ہی کسی کا ذہن جاتا ہو۔ یہ تعزیہ وہی ہے جس کو اردو میں تعزیت کہتے ہیں یعنی کسی بھائی کے مرنے پر تین روز تک اس کے متعلقین کے پاس غم پرسی کیلئے جانا اور ان کو کھانے وغیرہ کی سہولتیں پہنچانا۔ یہ تعزیت سنت ہے، ہمارے حضور ﷺ کی تعلیم کردہ ہے لیکن تین روز کے بعد تعزیت حرام ہے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے گھر والوں کو شہید ہوئے تو چودہ سو برس گزر گئے اب تو سنت والی تعزیت بھی ان کے لئے درست نہیں اور یہ کاغذ و بانس والے تعزیہ کی تو بالکل گنجائش نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے بھائیوں کو سمجھ عطا فرمائے اور وہ تعزیہ داری جیسی بدترین بدعت سے کنارہ کش ہو کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے حق پر جمے رہنے کے جذبہ کو اپنائیں۔

✦✦✦

یہ شہادت گہہ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

رابطہ ادب اسلامی کا سہ ماہی مجلّہ "کاروانِ ادب"
(برصغیر کا بیک وقت کثیر موضوعاتی اور یک موضوعی ادبی اور علمی مجلہ)

ادبی تحقیق اور ریسرچ کے کاموں کے لئے یہ ایک بیش قیمت مجلہ ہے جس میں کسی ایک ادبی موضوع پر متعدد مضامین ہر شمارہ میں شائع کئے جاتے ہیں، انکے علاوہ دیگر مضامین شعری تخلیقات اور افسانے بھی رہتے ہیں جو ادب کی صالح روایات کو فروغ دیتے ہیں۔ ہر شمارہ ایک دستاویز، گنجینۂ علم و ادب، خرمنِ فکر و نظر۔ ہر کتاب خانہ کے لئے ضروری، ہر صاحب ذوق کے لئے قابل مطالعہ،

تازہ شمارہ کی جھلکیاں

شاعری میں اقبال احمد سہیل کا مقام • نسیم حجازی عظیم ناول نگار • تاریخ میں علمی انداز بیان کی اہمیت • فن تاریخ نویسی یا دایام کے آئینہ میں • دربار اکبری ایک بازدید • دستنبو، غالب کا عبرت انگیز روزنامچہ • تواریخ عجیب یا کالا پانی • منظوم تاریخ نگاری اور علامہ شبلی • ابوالکلام آزاد کی تصنیف تذکرہ • مولانا عبدالماجد دریابادیؒ کی تصنیف محمد علی کی ذاتی ڈائری • کلام اقبال میں تاریخ بیانی کا ادبی تناظر • تاریخ دعوت عزیمت اہل علم کی نظر میں۔

ان سب کے علاوہ نظم، غزل اور افسانہ

کاروان ادب کے گذشتہ شمارے بھی کتب خانوں اور اہل ذوق کے لئے دستیاب ہیں، گذشتہ چار برسوں سے یہ مجلہ شائع ہو رہا ہے۔ سالانہ چندہ ڈیڑھ سو روپے، فی شمارہ ۴۰ روپے۔
خریدار بنیں اور کاروان ادب کے ہم رکاب بنیں۔

پتہ: دفتر رابطہ ادب اسلامی (عالمی) پوسٹ بکس ۹۳ ندوۃ العلماء لکھنؤ

حضرت مولانا علی میاں صاحبؒ کا بھٹکل کا تاریخی سفر

● مولانا محمد الیاس بھٹکلی ندوی

مؤرخہ ۳ مارچ ۱۹۹۹ء بروز منگل عالم اسلام کی مشہور شخصیت مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی دامت برکاتہم کی آمد نے باشندگان بھٹکل کے دلوں میں خوشی و مسرت کی لہر دوڑا دی۔ حضرت مولانا کے ہمراہ وفد میں مفسر قرآن مولانا عبدالکریم پاریکھ صاحب، مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ، مولانا محمد واضح رشید حسنی ندوی مدیر عربی مجلہ الرائد، اور ڈاکٹر محمد اجتباء ندوی سابق صدر شعبۂ عربی جامعہ ملیہ دہلی جیسے اکابرین بھی شامل تھے ان علمی قدآور شخصیات کی تشریف آوری نے بھٹکل کی عزت و عظمت کو چار چاند لگا دیئے۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ حضرت مولانا کی چودھویں مرتبہ بھٹکل آمد نے اس چھوٹے سے خطہ کو تاریخی اور قابل صد افتخار شہر بنا دیا ہے ؏

یہ اس کی دین ہے جسے پروردگار دے

اس موقع پر بروز بدھ صبح دس بجے تنظیم اہل بھٹکل میں رابطہ ادب اسلامی شاخ بھٹکل کی طرف سے اہل نوائط کی علمی، ادبی اور تعلیمی خدمات" کے موضوع پر مولانا سید محمد رابع ندوی کی صدارت میں ایک روزہ سمینار کا بہاں نشست کا انعقاد عمل میں آیا۔ تلاوت کلام پاک اور نظم خوانی کے بعد جناب محتشم عبدالغنی صاحب نے اپنی تقریر میں فرحت و مسرت سے لبریز کلمات کے ساتھ مہمانوں اور حاضرین کا استقبال کیا۔ اور مہمانوں کا تعارف کرایا۔ بعد ازاں ڈاکٹر محمد اجتباء ندوی نے رابطہ ادب اسلامی کے تعارف اور اس کے اغراض و مقاصد پر جامع انداز میں گفتگو فرمائی۔

اس کے بعد بھٹکل کی تعلیمی اور سماجی سرگرمیوں پر مقالے پڑھے گئے۔

قبل ازیں ڈاکٹر محمد حسین فطرت نے اشعار میں حضرت مولانا علی میاں سے اپنے ابتدائی تعارف کا اور ان کی شخصیت سے اپنی عقیدت و محبت کا تذکرہ کیا جسے حاضرین نے خوب داد و تحسین سے نوازا۔ آخر میں مولانا عبدالکریم پاریکھ صاحب نے مرحوم محی الدین منیری صاحب کی دلآویز شخصیت، ان سے اپنے دیرینہ تعلقات اور حجاج کرام کے سلسلہ میں ان کی ناقابل فراموش خدمات کا تذکرہ فرماتے ہوئے کہا کہ بھٹکل میں خواتین حافظات کی موجودہ قابل لحاظ تعداد باعث مسرت ہے۔

نظامت کے فرائض مولانا محمد الیاس ندوی نے انجام دیئے۔

اس سمینار کی دوسری اور آخری نشست جامعہ اسلامیہ میں بروز جمعرات منعقد ہوئی۔ یہاں بھی بھٹکل سے متعلق مقالات پڑھے گئے جن میں بھٹکل کی تاریخ پر عبدالمتین منیری کا ایک معلوماتی مقالہ اچھوتے اسلوب میں پیش کیا گیا۔

اس موقع پر مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی نے اپنے صدارتی کلمات میں سمینار کے کامیاب انعقاد پر مبارکباد دیتے ہوئے اپنی خوشی کا اظہار کیا۔ مولانا نے زور دے کر کہا کہ ادباء و دانشور حضرات محنت مند فکر اور اعلیٰ اقدار کے حامل ادب کو پروان چڑھانے کی سعی کریں جو ساری انسانیت کے لئے مفید و نافع ثابت ہو۔ آخر میں حضرت مولانا کی شرکت نے اس سمینار کی رونق بڑھا دی۔ مولانا محمد صادق اکرمی ندوی نے سمینار کی تجویزیں پڑھ کر سنائیں جس میں انشاء اللہ اس علاقہ کی خالص ادبی خدمات کے موضوع پر آئندہ ایک سمینار کے علاوہ کل ہند سمینار کرانے کی پیشکش بھی شامل تھی۔ بعد ازاں حضرت مولانا نے سمینار کے شرکاء سے خطاب کرتے ہوئے اپنے گہرے جذباتی تعلق کا اظہار فرمایا۔ اور کہا کہ میں "بھٹکل کو" "بیت الکل" کہا کرتا ہوں۔ نہمان نواز، قدر شناس شہر ہر زائر کا محبت و اپنائیت کے جذبات سے یوں استقبال کرتا ہے کہ کسی کے دل میں اجنبیت کا احساس جنم نہیں لیتا اس کے بعد اہالیان بھٹکل کی طرف سے محتشم عبدالغنی صاحب نے عالمی رابطہ ادب اسلامی کے جنرل سکریٹری مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کی خدمت میں درخواست پیش کی کہ وہ ایک دفعہ بھٹکل کو کل ہند رابطہ ادب اسلامی کا سمینار منعقد کرنے کا موقع عنایت فرمائیں۔ اس سلسلہ میں انھوں نے تمام وسائل فراہم کرنے کا یقین دلایا۔ اناؤنسنگ کی ذمہ داری مولانا محمد مقبول ندوی اور مولانا عبدالباری صاحب نے نبھائی۔

حضرت مولانا دامت برکاتہم کا سب سے اہم اور بڑا پروگرام بروز بدھ بعد نماز عصر ہوا جو ایک جلسۂ عام کی شکل میں تھا۔ شرکت کے بعد بھٹکل و اطراف و اکناف سے ہزاروں کی تعداد میں خلق خدا امنڈی آ رہی تھی دیکھتے ہی دیکھتے جامعہ اسلامیہ کے وسیع و کشادہ میدان بر ہر چہار طرف سواریوں اور سامعین کا سایہ نظر آنے لگا۔ یہ استقبالیہ جلسہ حضرت مولانا کی چودھویں بار آمد بر جامعہ اسلامیہ کے زیر اہتمام منعقد ہوا۔

اس موقع پر مولانا محمد الیاس ندوی نے اپنے مخصوص اسلوب میں حضرت مولانا کی خدمت میں سپاسنامہ اور استقبالیہ پڑھ کر سنایا جس میں

اہل بھٹکل کے جذبات واحساسات کی عقیدتمندانہ ترجمانی کی اور باشندگان بھٹکل سے حضرت مولانا کے گہرے تعلقات دروابط پر روشنی ڈالی۔

مولانا عبدالعلیم صاحب قاسمی نے حضرت مولانا کا تعارف کرایا۔ آخر میں حضرت مولانا نے عظیم مجمع اور عقیدتمندوں سے پرجوش خطاب کرتے ہوئے حاضرین جلسہ کی کثرت تعداد پر مسرت اور مسرت کا اظہار فرمایا۔ ملک کی موجودہ اخلاقی صورتحال پر اپنی گہری تشویش کا اظہار کرتے ہوئے مولانا نے فرمایا کہ تعیش نفس کوشی اور ملحدانہ نظریات وافکار کے امنڈتے ہوئے سیلاب کے آگے بند باندھنے کی اشد ضرورت ہے۔ دینی تعلیم کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ جامعہ اسلامیہ کو جنوبی ہندوستان کے مینارۂ نور کا کردار ادا کرنا چاہئے جہاں سے علم خالص، فکر صالح اور عقیدہ صحیحہ کی تابناک کرنیں پھوٹ کر آس پاس کے علاقوں کو منور کرتی رہیں۔ آپنے مزید فرمایا کہ بھٹکل کا معاشرہ خالص اسلامی رنگ میں اس طرح رنگ جائے کہ دوسروں کے لئے نمونہ ثابت ہو۔ آپ نے عقیدہ کی پختگی، عمل کی استواری اور فرائض ونوافل کا اہتمام کرنے کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ لوگ توحید خالص کے ستون کو مضبوطی سے تھامتے رہیں۔ اور شرک کے تمام مظاہر سے اپنا دامن بچائے رکھیں۔ بعد ازاں مولانا عبدالکریم پاریکھ صاحب نے اپنی مختصر تقریر میں لنکر آخرت واحتساب کا جذبہ اور اعمال صالحہ اختیار کرنے پر زور دیا۔ نظامت کے فرائض مولانا محمد شفیع صاحب نے انجام دیئے۔ حضرت مولانا کی دعا پر جلسہ اختتام پذیر ہوا۔

مولانا عبدالباری ندوی (خطیب وامام جامع مسجد بھٹکل) کے ذریعہ درس قرآن کا پہلا دور مکمل ہونے کے سلسلہ میں بمقام جامع مسجد بھٹکل منعقدہ تقریب میں بھی حضرت مولانا نے خطاب فرمایا جس میں آپ نے قرآن کی اہمیت وعظمت پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ قرآن پر تدبر اس کی تعلیمات پر بلا کم وکاست عمل آوری اور اس نسخۂ کیمیا سے سلف صالحین جیسا شغف اور گہرا تعلق دنیا وآخرت میں مسلمانوں کی فوز وفلاح کا ضامن ہے۔

اس باسعادت تقریب میں بھی ہزاروں لوگ شریک تھے۔ حضرت مولانا پاریکھ صاحب نے مولانا عبدالباری ندوی کو مبارکباد دیتے ہوئے اپنے مخصوص ومؤثر انداز میں قرآنی اسرار ومعانی سے متعلق خطاب فرمایا۔ اس مختصر خطاب کے بعد۔

حضرت مولانا ایک بڑے قافلہ کے ساتھ بمبئی کے لئے روانہ ہوئے۔ اور تمام لوگوں نے حسرت وآرزو اور جوش وجذبہ کی ملی جلی کیفیات کے ساتھ حضرت مولانا کو زیر لب یہ دعا کرتے ہوئے رخصت کیا ؎

میکشوں کے سر پہ یارب پیر مغانہ رہے
دور میں ساغر ہے گردش میں پیمانہ رہے

بمبئی میں

اعلیٰ معیاری مٹھائی: بیکری مصنوعات

خصوصی مصنوعات

ڈرائی فروٹ، انجیر برفی، اخلاطون، پائنا پل برفی، مینگو برفی، بادامی حلوہ، کاجو قتلی، کاجو رول، گلاب جامن وغیرہ

شیرینی دنیا کا تاج۔

تاج کی مٹھائیاں

کرافٹ مارکیٹ جنکشن ۴۰۔ اکرناک روڈ بمقابل کرافٹ مارکیٹ بمبئی ۔ ۴۰۰۰۰۳

فون نمبر: ۳۴۲۱۵۷۸

خط وکتابت کرتے وقت

خریداری نمبر اور اپنا پتہ

صاف اور خوش خط تحریر فرمائیں (ادارہ)

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی

کی سرپرستی میں

مجلس صحافت ونشریات ندوۃ العلماء کا سہ ماہی انگریزی مجلہ

The Fragrance of East

"فریگرینس آف ایسٹ"

الحمدللہ پابندی سے شائع ہو رہا ہے۔

اہل قلم حضرات سے تعاون کی اپیل ہے۔ اپنے مضامین ایڈیٹر فریگرینس کو بھیجنے کی زحمت فرمائیں اور اس مجلہ کو زیادہ سے زیادہ اہل علم حضرات تک پہونچانے میں تعاون فرمائیں

زر سالانہ مبلغ ۱۵۰/- مندرجہ ذیل پتے پر بھیجیں

پتہ

دفتر فریگرینس آف ایسٹ، دفتر تعمیر حیات ندوۃ العلماء، ٹیگور مارگ لکھنؤ ۲۲۶۰۰۷

مطیع الرحمٰن عوف ندوی

سوال وجواب

س:- بعض جانوروں کے منھ سے بدبو آتی ہے، اس کے ساتھ بعض جانوروں کو جن کا کھانا شریعت نے حلال کیا ہے۔ وہ بکثرت پیشاب پیتے یا پاخانہ کھاتے دیکھے جاتے ہیں۔ کیا ایسے حلال جانوروں کا گوشت کھانا اور دودھ پینا جائز ہے؟

ج:- جن جانوروں کا گوشت کھانا حلال ہے اگر وہ کثرت سے گندی اور نجس چیزیں کھاتے ہوں یا پیشاب پیتے ہوں۔ اگر ان چیزوں کی بو ان کے گوشت یا دودھ میں محسوس ہو تو ان کا استعمال مکروہ ہے اور یہ کراہت اس طرح ختم ہوگی کہ اسے اس وقت تک باندھ کر رکھا جائے جب تک کہ بو دور نہ ہوجائے۔ فقہاء نے بو کی مدت مرغیوں کے لئے تین دن، بکریوں کے لئے چار دن، اونٹ، گائے بھینس کے لئے دس دن بیان کی ہے۔

س:- ایک صاحب مسجد کے اندر اذان دینے سے روکتے ہیں کہ اذان مسجد کے باہر سے دینی چاہیئے ان کا روکنا کہاں تک درست ہے؟

ج:- اگر مسجد کے اندر مائک ہونے کی وجہ سے اندر سے اذان دی جاتی ہے تو مقصود حاصل ہوجانے کی وجہ سے کوئی حرج نہیں ہے مائک نہ ہونے کی صورت میں ایسی جگہ سے اذان دے جہاں سے دور تک آواز پہنچ جائے، بہرحال اذان مسجد کے اندر سے بھی دی جاسکتی ہے بشرطیکہ آواز باہر پہونچ رہی ہو۔

س:- ہمارے گھر میں کئی افراد ہیں۔ ہم سب بھائی شادی شدہ ہیں اور مشترک رہتے ہیں، زکوٰۃ نکالنے کے لئے ہم گھر کے تمام زیورات کو مجموعہ مان کر پورے سال پر زکوٰۃ نکالتے ہیں۔ اسی طرح قربانی کے وقت میں تین چار قربانی کرلیتے ہیں۔ کیا اس طرح سے قربانی ہوجاتی ہے۔ اور زکوٰۃ ادا ہوجاتی ہے؟

ج:- مشترکہ خاندان رہنے کے باوجود چونکہ لوگ اپنے اپنے مال کے مالک ہوتے ہیں اس لیے ہر ایک کی مالیت کے اعتبار سے اگر وہ مالک نصاب ہوجاتا ہے تو فرداً فرداً ہر ایک پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔ اسی طرح قربانی کا مسئلہ ہے قربانی بھی ہر صاحب نصاب پر واجب ہوجاتی ہے، گھر کے تمام افراد کی طرف سے دو چار قربانی کردینے سے قربانی دوسروں سے ساقط نہ ہوگی جو بھی صاحب نصاب ہے اس پر قربانی اپنی طرف سے کرنا واجب ہے۔

س:- اگر امام نے سجدۂ تلاوت کی آیت پر رکوع کرلیا اور رکوع میں اس نے سجدہ کی نیت کرلی اور مقتدیوں کی طرف سے بھی نیت کملی کہ مقتدیوں کے سجدۂ تلاوت کے بدلے میں بھی یہ ہی رکوع ہے۔ کیا سجدۂ تلاوت ادا ہوگیا؟ جبکہ مقتدیوں کو اس کا علم نہیں ہے؟

ج:- سجدۂ تلاوت ادا ہوجائے گا۔

نعت پاک

زمانے میں وہ گونجی ہے صدائے مرحبا ہوکر

حبیب رہبر پٹابگڈھی

شفیع المذنبیں آئے حبیب کبریا آئے
کرم عالم پہ فرمائے محمد مصطفےٰ ہوکر

ستاتے تھے یہ ہلکو کبھی جو سور ما ہوکر
نبیؐ کے پاس حاضر ہیں وہ اب بے دست وپا ہوکر

خدا واحد ہے آقا نے کہا جب کوہ فاراں سے
زمانے میں وہ گونجی ہے صدائے مرحبا ہوکر

کوئی دیکھے جہاں میں غمگساری شہ والا
ہر اک مجبور کے وہ کام آئے آسرا ہوکر

دیا درس قناعت دیکھئے آقا نے عالم کو
کہ پتھر پیٹ پر باندھے ہیں محبوب خدا ہوکر

مری امت کی بخشش کا خدایا فیصلہ فرما
خدا کے سامنے ہیں مصطفےٰ دست دعا ہوکر

سبق یہ سیرت صدیقؓ اکبر ہم کو دیتی ہے
نبیؐ کی پیروی کیجئے غلام باوفا ہوکر

عمرؓ آئے تھے ان کو قتل کرنے کیلئے لیکن
نبیؐ کے روبرو آئے سراپا التجا ہوکر

کوئی عثمانؓ جیسا صاحب ثروت نہ آئے گا
ہر اک مفلس کے کام آئے وہ دریائے سخا ہوکر

شجاعت حضرت حیدرؓ کی سب کو یاد آتی ہے
جہاں میں اب نہ آئیگا کوئی شیر خدا ہوکر

الٰہی دید طیبہ کے لئے بے چین ہے رہبر
اسے اذن حضوری کر عطا رب العلا ہوکر

ندوۃ العلماء کے سابق شیخ التفسیر مولانا محمد اویسؒ کے جواں سال پوتے

محمد اُسامہ کا حادثۂ وفات

● شمس الحق ندوی

دارالعلوم ندوۃ العلماء کے سابق شیخ التفسیر حضرت مولانا محمد اویس رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے فرزند ڈاکٹر محمد شعیب صاحب مقیم حال سعودیہ عربیہ ظہران کے بڑے اور نہایت سعید و ہونہار ماں باپ کے فرمانبردار ضرورتمندوں کے کام آنے والے فرزند محمد اُسامہ جنھوں نے ابھی زندگی کی کل ۲۳ بہاریں ہی دیکھی تھیں اس کم سنی ہی میں وہ سعودی عرب میں ظہران انٹرنیشنل ایرپورٹ پر اونچی پوسٹ پر پہنچنے میں کامیاب ہوگئے تھے اور اپنا فرض نہایت دیانت داری کے ساتھ انجام دیتے تھے ابھی شادی بھی نہیں ہوئی تھی کہ اچانک کینسر کی بیماری میں مبتلا ہوگئے علاج کے لئے دہرادون لائے گئے ظاہری تمام تدابیر اپنائی گئیں لیکن ع

الٹی ہوگئیں سب تدبیریں کچھ نہ دوا نے کام کیا

بالآخر مایوس ہوکر لکھنؤ لائے گئے جہاں کئی ہفتہ موت وحیات کی کشمکش میں گذار کر ۲۷ر فروری ۱۹۹۹ء کو اپنے خالق و مالک سے جا ملے۔

ان کی اطاعت شعاری کا یہ عالم تھا کہ مرض کی شدت اور کرب کے عالم میں بھی ایک ہاتھ درد کی جگہ پر رکھے ہوتے تھے اور دوسرے ہاتھ سے اپنے والد کا سر دباتے تھے۔ وہ اپنے درد و تکلیف کے ساتھ یہ کرب بھی محسوس کر رہے تھے کہ ان کی بیماری سے ان کے والدین اور اہل خاندان پر کیا گذر رہی ہے۔ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی دامت برکاتہم کا تذکرہ بار بار سنتے رہے ہوں گے۔ اور چند سال قبل ظہران میں اپنے گھر پر حضرت مولانا مدظلہ کی آمد کا پرکیف منظر بھی دیکھا تھا اس لئے حضرت مولانا مدظلہ سے بڑا قلبی لگاؤ تھا جس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ مرض کی شدت میں بھی جبکہ حضرت مولانا بنگلور کے سفر پر روانہ ہو رہے تھے اپنے والد سے کہا کہ جائیے دادا کو ایرپورٹ پر رخصت کرکے آئیے۔

ڈاکٹر محمد شعیب صاحب پر اور پورے خاندان پر جو کچھ گذر رہی ہے اس کا اندازہ لگانا ممکن نہیں۔ لیکن ڈاکٹر محمد شعیب صاحب نے اس کٹھن گھڑی میں جس صبر کا مظاہرہ کیا وہ ایک مرد مومن ہی کا حصہ ہے۔ یہ صبر ان کے لئے کتنا بڑا ذخیرۂ آخرت بنا یہ تو آخرت ہی میں معلوم ہوگا۔ ان دنیا بین نگاہوں میں تو یہی نظر آیا کہ اللہ تعالیٰ نے ماں باپ کو امیدوں و آرزوؤں کی کامیابی کی ایک خوبصورت تصویر دکھا کر چھین لی۔ لیکن اس پر صبر کے صلہ میں کیا دیا یہ کسی کو معلوم نہیں۔ مرحوم عمر بھر ماں باپ کی خدمت کرکے ان کو جو کچھ راحت پہونچاتے امید ہے کہ ان کے سفر آخرت سے اللہ تعالیٰ نے اس کا ہزار ہا ہزار گنا صلہ تیار کر رکھا ہوگا جس کا قیاس و گمان بھی نہیں کیا جاسکتا۔

ڈاکٹر یونس نگرامی نے بھتیجے کی اس بیماری سے نہایت فکرمندی میں وقت گذارا، ایسا کہ صحت کافی متاثر ہوئی راقم سطور رمضان المبارک کی چھٹیوں میں باہر تھا۔ ڈاکٹر صاحب سے ملاقات ہوئی تو صحت بہت متاثر نظر آئی مگر کچھ پوچھنے کی ہمت نہ ہوئی۔ ایک دن ہمت کرکے پوچھا تو بھتیجے کی جان لیوا بیماری کا علم ہوا۔ اور کمزوری کا سبب معلوم ہوا انتقال سے دو چار دن قبل ندوہ کے اہم ذمہ داروں کے ساتھ عیادت کے لئے حاضری ہوئی اور پھر یہ حادثۂ جانکاہ پیش آگیا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن — لِلّٰہِ مَا أَخَذَ وَلَہٗ مَا أَعْطٰی کُلُّ شَیْئٍ عِنْدَہٗ بِمِقْدَارٍ۔

اللہ تعالیٰ تمام پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے (آمین)

مغل سرائے میں تعمیر حیات حاصل کریں
جناب ہارون رشید صاحب معرفت
روشن میڈیکل اسٹور نگر پالیکا چوراہا مغل سرائے
بنارس

تمام ماڈلوں میں دستیاب :
mita Canon
Photocopy Machines
* High speed machine for large volume of work
* Zoom facility * Low copy cost
:- رابطہ قائم کریں :-
آر۔ یو۔ خان "فاسٹ پرنٹ شاپ" ۳ ودھان سبھا مارگ حضرت گنج لکھنؤ (یوپی)
فون : ۰۵۲۲-۲۲۰۳۷۳
فیکس : ۰۵۲۲-۲۳۸۵۰۶
Ph. 0522-220373
Fax : 0522-238506

مطالعہ کی میز پر

تبصرے کیلئے کتابوں کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے!

● محمد شاہد ندوی بارہ بنکوی

نام کتاب : تاریخ جنات و شیاطین
مصنف : امام جلال الدین سیوطیؒ
مترجم : مولانا امداد اللہ انوار
صفحات : ۴۳۲۔ خوبصورت ٹائٹل، عمدہ کاغذ جاذب نظر کتابت، قیمت ۱۰۰/- روپئے۔
ملنے کا پتہ : مکتبہ رشیدیہ۔ محلہ مفتی سہارنپور (یوپی) ۲۴۷۰۰۱

حضرت ابن دریدؒ (محمد بن حسن ازدری) فرماتے ہیں "جنات انسانوں سے ایک الگ مخلوق ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس کو رات نے چھپالیا۔ وہ اس پر چھا گئی۔ اور اس کو ڈھانپ دیا۔ جب چھپانے کے معنی میں استعمال ہوں تو ان سب کا معنی ایک ہے ہر وہ شئے جو آپ سے مخفی ہو۔ آپ سے چھپی ہوئی ہے بعد میں یہ لفظ (جن) جنات کا نام رکھ لیا گیا۔ جنّۃ جنّ اور جانّ سب ایک شئے ہے اور جنّ جنات میں سے ایک قسم کا نام ہے"

زیر نظر کتاب اسی موضوع پر امام جلال الدین سیوطیؒ کی نادر تصنیف "لقط المرجان فی احکام الجان" کا اردو ترجمہ مع تشریح کتب تفسیر و حدیث اور تاریخ کا خلاصہ ہے۔ کتاب کے اندر جنات و شیاطین کی تاریخ۔ ان کی خباثت و شرارت اور مکر و فریب، ان سے محفوظ رہنے کے لئے اعمال و وظائف، جنات صحابہؓ کی حکایتیں، جنات و شیاطین کے عجیب و غریب و دلچسپ واقعات اور جنات سے متعلق بہت سارے احکام و مسائل کا ذکر کیا گیا ہے۔

وجود جنات، ابتدائے جنات، جن و انس کی اصل جنات کی شکلیں، جنات کی اقسام مختلف شکلیں بدلنا اور انسان وغیرہ کی صورت میں ظاہر ہونا جنات کا کھانا اور نکاح، نکاح و نسل، جن کا انسان سے اور انسان کا جن سے نکاح، جن کے انسان سے اور انسان کے جن سے جواز نکاح میں شرعی اختلاف جنات کے گھر، جنات شریعت کے مکلف ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم جن و انس کے نبی ہیں، عقائد و عبادات جنات کا ثواب و عذاب، جنات جنت میں جائیں گے جنات کی موت، انسان کے ساتھ رہنے والے شیاطین وساوس شیطان، جنات کا انسانوں کو مرگی میں مبتلا کرنا۔ جنات کا دفاع کیسے کیا جائے۔ جنات کا انسانوں کو اغوا کرنا۔ انسانوں کو وبا اور طاعون میں مبتلا کرنا۔ جنات و شیاطین سے حفاظت کے اعمال و وظائف قتل جنات، آسمان سے باتیں چرانا۔ جنات کے مجموعی حالات، انسانوں کا تسخیر جنات، اولیاء جنات کے واقعات، شیاطین کے مجموعی حالات، کتاب کے جلی عنوانات ہیں، جن سے کتاب کی اہمیت و افادیت دو دو چار کی طرح واضح ہے۔

کتاب بڑی مفید، معلوماتی اور معتبر ہے اور عاملین و شائقین حضرات کے لئے ایک بیش قیمت تحفہ ہے۔

نام کتاب : احتساب قادیانیت
مصنف : مولانا لال حسین اخترؒ
صفحات : ۲۹۰، سائز ۲۲×۱۸/۸، قیمت ۸۰/- روپئے
ملنے کا پتہ : مکتبہ رشیدیہ، محلہ مفتی سہارنپور۔ یوپی۔

انیسویں صدی کے اواخر میں برطانوی سامراج کے زیر اثر مشرقی پنجاب کے ایک گاؤں قادیان سے مرزا غلام احمد قادیانی نے مذہبی اصلاح کے نام پر تحریک قادیانیت کی بنیاد رکھی جو مغل برلاس خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ اس خاندان نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں برطانوی سامراج کو ہر طرح سے امداد پہونچائی اور مسلمانوں کے خون سے اپنے ہاتھ رنگے۔ اس ملت کشی کے عوض برطانوی سامراج نے اس خاندان کو انعام و اکرام سے نوازا۔ اور اس کے ملت فروشانہ کردار کی تعریف بھی کی، بات صرف یہیں پر ختم نہیں ہوگئی۔ بلکہ غلام احمد قادیانی اور اس کی جماعت نے عقیدہ ختم نبوت کا انکار کرکے خود نبوت کا دعویٰ کرکے نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کی اور دیگر انبیاء علیہم السلام بالخصوص حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم علیہا السلام کی ذوات قدسیہ پر لعن طعن بھی کیا۔ (از ص ۱۸ تا ص ۲۲ اور ص ۱۴۴ تا ص ۱۸۷ ملاحظہ فرمائیں) تو علماء امت نے تحریر و تقریر، تصنیف و تالیف کے ذریعہ قادیانیت کے خلاف علم جہاد بلند کرکے اس کا رد کیا۔ اور کامیاب بھی ہوئے۔

اس موضوع پر مولانا لال حسین اخترؒ (امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت) نے چودہ ۱۴ رسائل و مقالات لکھے۔ "احتساب قادیانیت" انھیں چودہ ۱۴ رسائل و مقالات کا مجموعہ ہے جس میں مرزا غلام احمد قادیانی کی ریشہ دوانیوں کی اچھی طرح قلعی کھولی گئی ہے۔

ترک مرزائیت، ختم نبوت اور بزرگان امت، مرکز اسلامیہ، مکہ مکرمہ میں قادیانیوں کی ریشہ دوانیاں، عجائبات مرزا قادیانی، مسلمانوں کی نسبت قادیانیوں کا عقیدہ، مرزا قادیانی کی

(باقی ص ۲۲ پر)

مختصر

عالمی خبریں

معید اشرف ندوی

● شاہ فہد اسلامک کلچرل اکیڈمی کی تعمیر کا کام ارجنٹائن کے دارالخلافہ بیونس ایریس میں بڑی تیزی سے مکمل کیا جارہا ہے اس اکیڈمی کا افتتاح ملک کے صدر کے ہاتھوں عمل میں آیا تھا اس عظیم دینی و ثقافتی مرکز کا افتتاح اس بات کا ثبوت ہے کہ ارجنٹائن میں آباد مسلمان اپنی جگہ ایک اہمیت رکھتے ہیں نیز اس بات کا قانونی حق بھی انھیں حاصل ہے کہ وہ اپنے دین و ثقافت کی تبلیغ و ترویج آزادی کے ساتھ کرسکیں شاہ فہد اکیڈمی کا قیام اس ملک کے مسلمانوں سے غیر مسلموں کے قریب ہونے کا بہترین ذریعہ ثابت ہوگا۔

● سری لنکا بحر ہند کا ایک خوبصورت جزیرہ ہے بحر ہند میں واقع ہونے کی بنا پر یہاں کی آب و ہوا نہایت معتدل اور انتہائی خوشگوار ہے ایک اخباری اطلاع کے مطابق سری لنکا کے تمام اہم شہروں میں مسلمان پھیلے ہوئے ہیں، کولمبو میں ایک لاکھ ۳۷ ہزار ۹ سو ۷۳ کاندی میں ۹۷ ہزار ۲ سو ۸۶، ٹرینگو مالی میں ۶ ہزار ۶ سو ۹۸، بٹی کولووا میں ۶ ہزار ۸ سو ۱۸، اسی طرح سے مختلف مقامات پر مسلمان اپنے آبادی کے لحاظ سے اچھی خاصی تعداد میں پائے جاتے ہیں، سری لنکا کے اہم شہروں اور ان دیہاتوں میں جہاں مسلمان آباد ہیں تقریباً دو ہزار سے زائد مساجد ہیں اس میں کولمبو کی جامع مسجد بہت بڑی دلآویز اور جدید انداز سے تعمیر کی گئی ہے۔ سری لنکا میں قرآن مجید کا سنہالی اور تمل زبانوں میں ترجمہ بڑے اہتمام سے کیا گیا ہے ملک میں تقریباً ۱۵ سو دینی مدرسوں میں اسلام کی بنیادی اور ابتدائی تعلیم ہوتی ہے بعض مدرسوں میں جزوی طور پر حکومت سے تعاون بھی لیا جاتا ہے۔ بعض مدرسے صرف اتوار کو کھلتے ہیں جس میں عصری تعلیم پانے والے طلبا و طالبات اسلام کی ابتدائی تعلیم اور عربی زبان پڑھنے کے لئے آتے ہیں۔

● بلجیم کے مسلمانوں نے اپنی کونسل کے ممبروں کو پہلی بار منتخب کیا ہے، حکومت بلجیم اسلام کو ایک مذہب کے طور پر تسلیم کرتی ہے یہ انتخاب اس کی ہدایت پر عمل میں آیا ہے تاکہ وہ مسلمانوں کی طرف سے سرکاری حلقوں میں نمائندگی کرسکے اور حکومت و مسلمانوں کے درمیان ربط و ضبط قائم ہوسکے۔ لندن سے شائع ہونے والے ایک اخبار کے مطابق بلجیم میں تین لاکھ مسلمان آباد ہیں، ۱۹۷۴ء سے اسلام یہاں تیزی سے پھیل رہا ہے واضح رہے کہ کونسل کے لئے جو ۵۱ ممبر منتخب کئے گئے ہیں ان میں سے ۲۸ مراکشی ۱۲ ترک اور ۱۱ بلجیمی مسلمان شامل ہیں۔

اعلان

ندوۃ العلماء میں اردو اور عربی سے انگریزی میں ترجمہ کرنے والے حضرات کے تعاون کی ضرورت ہے جس کے لیے مناسب اکرامیہ بھی دیا جائے گا۔

اس کار خیر میں جو حضرات مدد کرسکیں وہ براہِ مہربانی مندرجہ ذیل پتہ پر رابطہ قائم کریں، تاکہ ان سے یہ تعاون لیا جاسکے۔

ایڈیٹر تعمیر حیات
ندوۃ العلماء لکھنؤ

قنوج کے قدیم مشہور و معروف کارخانہ سے تیار کردہ خوشبودار عمدہ و اعلیٰ عطریات "شمامۃ العنبر، عطر گلاب، روح خس، عطر موتیا، عطر حنا، عطر گل، عطر کیوڑہ اس کے علاوہ فرحت بخش، دیرپا خوشبو ہول سیل ریٹ پر ملتے ہیں۔
ایک بار آزما کر خدمت کا موقع دیں۔
فون: ۳۴۴۴۵
محمد یٰسین محمد یامین تاجران عطر
ایکسپورٹر اینڈ امپورٹر۔ قنوج۔ یوپی — آئیڈیل پرفیوم سینٹر (پرائیوٹ لمیٹڈ) قنوج

"اے خاصۂ خاصان رُسُل وقتِ دعا ہے"

اے خاصۂ خاصانِ رُسُل وقتِ دعا ہے
امت پہ تری آکے عجب وقت پڑا ہے

اللہ! مرے حضرتِ والا ہوئے بیمار
افسردہ ہیں مسجد کے در و منبر و مینار

ندوہ کی فضا غم سے نظر آتی ہے بوجھل
ہر سمت مچی اہل تعلق میں ہے ہلچل

بے چین ہوئے جاتے ہیں سن سن کے خبر سب
کیا جاہل و عامی ہوں کہ اہل نظر سب

جو حضرتِ والا کی نگاہوں میں پلے ہیں
اشکوں کو لئے آنکھوں میں خاموش کھڑے ہیں

اللہ سے رو رو کے دعا مانگ رہے ہیں
نیند آتی نہیں راتوں میں بھی جاگ رہے ہیں

چہروں سے عیاں ہے کہ یہ مشکل کی گھڑی ہے
آنکھوں سے نمایاں ہے کہ منزل یہ کڑی ہے

تدبیر میں تاثیر کو شامل کرے اللہ
رحمت کو مصیبت کے مقابل کرے اللہ

بندے ترے محتاج ہیں فریاد کو سن لے
اے رحمتوں والے! دلِ ناشاد کو سن لے

ہے علم میں تیرے کہ دعا کس کے لئے ہے
وہ بھی ترا محبوب ہے یہ جس کے لئے ہے

تو نے ہی بنایا اسے ملت کا سہارا
چمکا تری مرضی سے فلک پر یہ ستارا

تیری ہی عطا سے رخِ خورشید ملا ہے
دنیا میں بڑا حلقہ تائید ملا ہے

گلشن کی لطافت کے لئے پھول بنایا
حضرت کو بھی تو نے ہی تو مقبول بنایا

تیرا تھا کرم خواب کو تعبیر ملی ہے
نسبت سے مسلمان کو توقیر ملی ہے

اس دور میں جینے کی ادا ان سے ملی ہے
کانوں کو محبت کی صدا ان سے ملی ہے

وہ دین کی تبلیغ میں اک مردِ مجاہد
مصروفِ دعا جس کے لئے عابد و زاہد

وہ جس نے کیا عالم اسلام کو بیدار
"اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار"

"وہ ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہباں"
تنہا وہی اک قافلہ سالار و حدی خواں

جس نے کیا تاریخِ عزیمت کو قلمبند
مائل ہوئے تحسین پہ دنیا کے خردمند

اس دور میں مشہور ہوئی جسکی خطابت
اندازِ نگارش میں ہے بھرپور بلاغت

افکار سے جس کے ہوا میدانِ عمل گرم
جلتے ہوئے حالات کو لمحوں میں کیا نرم

رزمِ حق و باطل میں جو فولاد رہا ہے
دل اس کا محبت سے بھی آباد رہا ہے

اپنوں کا تو کیا ذکر وہ دیوانے ہوئے ہیں
غیروں کی بھی دیکھا ہے کہ پروانے ہوئے ہیں

عالم ہے پریشان علالت کی خبر سے
پوشیدہ کوئی راز نہیں اہل نظر سے

جس کو جہاں معلوم ہوا محو دعا ہے
تیرے حرم پاک میں اعلان ہوا ہے

جو ہاتھ ترے حکم سے ابتک تھا توانا
پاؤں سے تری یاد میں ہر دشت کو چھانا

اعلانِ صداقت میں نہ تھکتی تھی زباں بھی
اس بات کا شاہد ہے یہ سارا جہاں بھی

اعضا جو تری یاد میں سرشار رہے ہیں
وہ کیسے عوارض میں گرفتار ہوئے ہیں

ہوجائے ترا حکم تو کھل جائیں یہ گر ہیں
لمحوں میں چمک اٹھیں جو مسدود ہیں راہیں

تیرے کرم خاص سے امید بندھی ہے
بندوں کو ترے فضل کی اک آس لگی ہے

اک بار وہی منظر دیرینہ دکھادے
تو قادرِ مطلق ہے کہ روتوں کو ہنسا دے

ہم گوش بر آواز ہوں وہ بول رہے ہوں
پہلے کی طرح کانوں میں رس گھول رہے ہوں

لکھنے کے لئے کردے اسی ہاتھ کو آمادہ
ہر گام ہو آسان چلیں آپ پیادہ

اللہ! بس اک آپ کی تقریر سنادے
لکھی ہوئی تازہ کوئی تحریر دکھادے

قرآن کے ارشاد سے معمور فضا ہے
ذی الحجہ کے مہینہ میں اطاعت کا صلہ ہے

بھیگی ہوئی آنکھوں میں یہی درد چھپا ہے
ٹوٹے ہوئے کمزور دلوں کی یہ صدا ہے

اے خاصۂ خاصانِ رُسُل وقتِ دعا ہے
امت پہ تری آکے عجب وقت پڑا ہے

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی (علی میاں) کی علالت سے متاثر ہوکر

ایک دعائیہ نظم

● ڈاکٹر مسعود الحسن عثمانی

۲۹ مارچ ۱۹۹۹ء بمطابق ۱۰ ذی الحجہ ۱۴۱۹ھ